جلد : 13 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران) | صفر : 1441ھ
شمارہ : 10 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر) | اکتوبر : 2019ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی
- حافظ مختار احمد گوندل
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن
تزئین و گرافکس : ثاقب نذر

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800 روپے	معمول کا شمارہ 50 روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-7630863

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net
Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر : انجینئر مختار فاروقی
طابع : محمد فیاض، مطبع : سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)
حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو: مغرب □ مکالمہ...□ارۃ الکافرون	3	انجینئر مختار فاروقی	6
ڈارون کا نظریۂ ارتقاء: ایک خطرناک دھوکہ(2)	4	ڈاکٹر محمد سرشار خان	16
مدرسہ ڈسکورسز کا فکری وتہذیبی جائزہ	5	محمد دین جوہر	26
مختصر واقعات، ہجرت □ حجۃ الوداع تک	6	ڈاکٹر ممتاز عمر	45
UNO □ اُمت مسلمہ کو کیا ملے گا؟.....	7	محمد منظور انور	53
تبصرہ وتعارف کتب	8		59
قرآن اکیڈمی جھنگ میں جمعۃ المبارک کے ایک پروگرام میں□کت، مختصر رپورٹ	9	عبداللہ	63

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

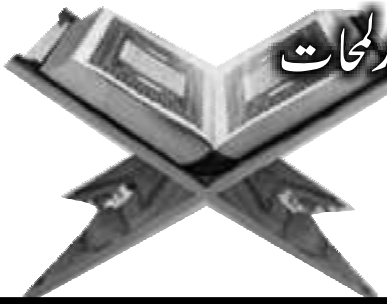

(02) اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ (آیات 67-71)

سورۃ البقرۃ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَةً

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لوگوں □ فرمایا کہ

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو

قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا

وہ بولے کیا تم ہم □ ہنسی کرتے ہو؟

قَالَ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ۝٦٧

(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نادانوں میں □ ہو جاؤں

قَالُوا ادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنۡ لَّنَا مَا هِىَ

انہوں نے کہا: اپنے پروردگار □ التجا کیجیے کہ وہ ہمیں یہ بتائے کہ وہ گائے کس طرح کی ہو

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوۡلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكۡرٌ عَوَانٌ بَيۡنَ ذٰلِكَ

(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: پروردگار فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھڑی

بلکہ ان کے درمیان (یعنی جوان) ہو

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾

□جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے ویسا کرو

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا

انہوں نے کہا: اپنے پروردگار □ درخواست کیجئے کہ ہم کو یہ بھی بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾

(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: پروردگار فرماتا ہے کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہو

کہ دیکھنے والوں (کے دل) کو خوش کر دیتا ہو

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ

انہوں نے کہا: پروردگار □ پھر درخواست کیجیے کہ ہم کو بتائے کہ وہ کس طرح کی ہو

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا

کیونکہ ہمیں اس گائے نے شبہ میں ڈال دیا ہے

وَ اِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾

اور اللہ نے چاہا تو ہمیں (مطلوبہ گائے تک) رہنمائی ہو جائے گی

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ

(موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ

وہ ایسی گائے ہو جو زمین گاہنے کے کام نہ آتی ہو

وَ لَا تَسْقِى الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا

اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، صحیح سالم ہو، اس میں کوئی داغ نہ ہو

قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ

کہنے لگے: اب آپ صحیح بات سامنے لے آئے

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾

غرض (بڑی مشکل □) انہوں نے ایسی گائے کو ذبح کیا بظاہر وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي اِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ

اللہ تعالیٰ نے مجھ □ پہلے جو نبی کسی اُمت میں بھیجے ان کی اُمت میں □ کچھ لوگ

حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ،

ان کے حواری اور لائق اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کی سنت

اور سیرت کو اختیار کرتے اور ان کے حکم کی پیروی کرتے تھے

ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ

پھر ان (اصحاب) کے بعد ان کے ایسے نالائق جانشین آ جاتے تھے

يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ،

وہ جو کہتے تھے کرتے نہیں تھے اور جو کرتے اس کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا

فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ،

تو جس نے ان کے خلاف اپنے ہاتھ □ جہاد کیا وہ مؤمن ہے

وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ،

اور جس نے ان کے خلاف اپنی زبان □ جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے

وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ،

اور جس نے ان کے خلاف اپنے دل □ جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے

وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْاِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ

اور اس کے بغیر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوتا

(مسلم، عن عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ)

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

مغرب □ مکالمہ
قرآن مجید □□رۃ الکافرون(109)
کی روشنی میں

انجینئر مختار فاروقی

◐ آج کی تعلیم یافتہ مُسلم دنیا میں دین و دنیا کی ظاہری تقسیم بھی ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں دین، مذہب، دین پسند اور اسلام پسند کی اصطلاحات عام ہیں جبکہ سیکولر، لبرل، رو□ خیال کے ساتھ ساتھ سیکولرزم، لبرل ازم اور MODERATE ISLAM (رو□ خیالی یا رو□ خیال مسلمان) کی اصطلاحات بھی (بدنصیب) مغرب زدہ مسلمانوں کے علاوہ عام مسلمانوں میں بھی عام ہیں۔

◐ مغربی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ اور فارغ التحصیل حضرات (اور جنوبی ایشیا میں دوصدیوں □ جاری لارڈ میکالے کا مغربی نظامِ تعلیم بھی ایسے ہی مغربی ذہن کے لوگ پیدا کر رہا ہے جو) نام کے مسلمان ہیں باقی فکرو□ کے لحاظ □ لبرل اور سیکولر ہونا قابل□ اور قابل تعریف سمجھنے والے افراد کی کمی نہیں جو مغربی لباس، مغربی اقدار، مغربی (بلکہ سائنسدانوں کے حلال و حرام) ا□لِ حلّت وحرمت کے دل و جان □ معتقد ہیں۔ نظریاتی سطح پر یہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ چاہے مغربی یونیورسٹیوں کا فیض یافتہ ہو یا مقامی سرکاری و غیر سرکاری اداروں کا، ایک ہی□چ کا حامل ہے یہ سب ادارے مغربی اقدار اور نصاب کو فروغ دے کر مسلمان□ام کے ٹیکسوں □ حا□ شدہ وسائل زندگی □ فائدہ اٹھا کر آنکھیں بند کر کے مغربی افکار ہی کو PROMOTE کرنے کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ وہ قرآن مجید کے نظریات وتصوّرات کے برعکس ڈارون،

فرائڈ، مارکس اور جین پال سارتر ے کے تصوّر انسان کو فروغ دینے پر کمر بستہ ہیں ان حضرات کا نصب العین کمزور اور کمتر ہے لہٰذا یہ طبقہ بھی ڈارون کے انسان یعنی اپنے آپ کو حیوانوں □ ترقی پا کر (ذرا □ فرق کے ساتھ) انسان سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید کے نزدیک (175:07) ایسے لوگ دل رکھتے ہیں مگر اس □ اپنے ضمیر کے زیر اثر فیصلے نہیں کر پاتے، کان رکھتے ہیں مگر حق و با□ میں تمیز □ قا□ ہیں، آنکھیں رکھتے ہیں مگر حلال وحرام اور اپنے اور پرائے مال میں تمیز □ بے بہرہ ہیں۔ ایسے لوگ (انسان نما) حیوان ہیں بلکہ حیوانوں □ بھی بدتر ہیں یہی لوگ حقیقتِ انسان □ غافل ہیں۔

[نوٹ: اوپر درج مغربی اعلیٰ علمی درسگاہوں اور مقامی سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اداروں □ قلیل تعداد میں (ایک یا دو فیصد) لوگ اپنا ایمان بچا کر قرآن مجید کے تصورات ونظریات کا دامن ہاتھ □ جانے نہیں دیتے تو ایسے لوگ یا تو پیدائشی ولی اللہ ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتے ہیں یا گھر کا مضبوط دینی ماحول ان کو حصار میں لئے رکھتا ہے۔ یا ایسے کند ذہن ہوتے ہیں کہ انہیں احساس ہی نہیں کہ اسلامی عقائد کیا ہیں اور جو تعلیم وہ حا□ رہے ہیں س کے پیچھے کیا نظریہ کارفرما ہے اور ان میں کوئی تضاد ہے یا نہیں؟ (واللہ اعلم)]

- اپنی زندگی میں کچھ اخلاقی ا□لوں پر اپنے ضمیر کی آواز پر□ درآمد کے لحاظ □ ایک اور تقسیم عصر حاضر ہیں انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی کی اصطلاحات □ ہے۔ زندگی کے کچھ معاملات کے بارے میں نظامِ تعلیم سکھاتا ہے کہ یہ عقائد ر□مات اور□ دات تمہارا انفرادی معاملہ ہے بلکہ ہر شخص کا دوسرے شخص □ جُدا ہے جبکہ ملکی قانون، میڈیا، دفاع، قومی سطح پر دوستی و دشمنی کے پیمانے اور□ جنگ کے ا□ل اجتماعی زندگی کا حصہ ہیں اور یہ ملک، قوم، و□ (NATIONALISM) کی بنیاد پر □ ہوں گے اور فروغ پائیں گے اور کسی روایتی دین و مذہب کے پابند نہیں ہوں گے۔
- اس سطح پر انفرادی زندگی میں انسان عقیدہ (DOGMA)، مذہبی□ دات (MODES OF WORSHIP) اور مذہبی ر□مات (شادی بیاہ، موت فوت اور پیدائش) کی چندر□مات (RITIUALS) آتی ہیں اور کسی حد تک فیملی لائف بھی آتی ہیں۔ جبکہ ملکی سطح پر

POLITICO-SOCIO-ECONOMIC-SYSTEM یعنی سیا□ نظام، اقتصادی نظام اور سماجی نظام کسی ا□ل، مذہب، دین، آسمانی ہدایت کا تابع نہیں ہوگا بلکہ ملکی مفادات، مختلف شعبہ ہائے زندگی میں سائنسی ماہرانہ تحقیقات اور عالمی ا□لوں کے تحت مستحکم ہوگا اور مزاجاً سیکولر، لبرل اور بے□ لی کی بنیاد پر ہوگا اور دنیا میں جاری تصور انسان کے فلسفوں پر ہوگا۔

- انسان اپنے عقائد، □ دات، ر□ مات اور فیملی لائف عیسائیت، ہندوازم، سیکولرازم، جین مت، بدھ مت یا اسلام کے مطابق رکھنا چاہتا ہے یا آزاد اور رو□ خیال بن کر اور کسی ا□ل کی پابندی نہ کر کے سیکولر اور لبرل بن کر رہنا چاہتا ہے یہ ہر شخص کا اپنا فیصلہ ہے اور اس کا بنیادی حق ہے اور کوئی دوسرا شخص اس میں دخل نہیں دے سکتا□ کہ حکومتیں اور عدالتی نظام بھی اس کو سپورٹ کرتا ہے اور عالمی ادارہ UNO بھی ا□ نقطۂ نظر کو PROMOTE کر کے اپنے پانچ مستقل ارکان (وراثتی مالکانِ UNO) کی □ شدہ اقدار کو فروغ دے کر خدا بیزاری اور وحی دشمنی کا اعلان کر رہا ہے۔

- آج مذہب کی اصطلاح ان عقائد و□ دات و ر□ مات کے لیے استعمال ہوتی ہے جو انسان نے اپنے گھر کے اندر اور ذاتی سطح پر اختیار کر رکھے ہیں۔ ایک صدی قبل برطانوی منحوس اقتدار میں بھی یہی تھا اور آج ساری مغربی/عیسائی دنیا میں بھی یہی ہے کہ کوئی انفرادی زندگی میں اسلام کے مطابق عقائد، □ دات اور ر□ مات بجالائے یا ہندوؤں کے طریقے پر□ کرے یا پارسیوں، جین مت، بدھ مت، عیسائیت، یہودیت وغیرہ کے مطابق لائف سٹائل اختیار کرے، یہ اس کا انفرادی معاملہ ہے۔ یہ اس کا مذہب کہلاتا ہے چنانچہ آج بھی شناختی کارڈ، بینک اکاؤنٹ کھلوانے کا فارم یا ڈومیسائل کا فارم ہو اس میں مذہب کے خانے میں لوگ اپنے اپنے مذہب کا ذکر کرتے ہیں مسلمان بھی وہاں اسلام لکھ دیتے ہیں کہ ہمارا مذہب اسلام ہے۔

- قرآن وحدیث میں اسلام کے لیے مذہب کا لفظ کہیں استعمال نہیں ہوا بلکہ مثبت□ ر پر اس کے لیے دین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَام (19:03)

''دین تو اللہ کے نزدیک (□ف) اسلام ہی ہے''

چونکہ اسلام کے لیے دین کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے یہ معنی لیے جا سکتے ہیں کہ اسلام کو ایک غالب قوت ہونا چاہیے۔ نہ□ف انفرادی زندگی میں بلکہ تمام اجتماعی شعبہ ہائے زندگی میں بھی سیا□، اقتصادی اور سماجی نظام 'کُل کا کُل' اسلامی تعلیمات یعنی قرآن مجید کے تابع ہونا چاہیے۔

◐ □ف اسلام کے لیے دین کا لفظ استعمال نہیں ہوا بلکہ قرآن مجید میں ہر غالب نظامِ زندگی کے لیے لفظ دین آیا ہے۔ چاہے وہ مشرکانہ نظام ہو جہاں بادشاہ سلامت خود خدائی کے د□ یدار ہوں۔ فرا□ مصر جہاں ایک مطلق العنان بادشاہ 'رب' ہونے کا د□ یدار تھا اور کہتا تھا کہ موسیٰ (علیہ السلام) چاہتے ہیں کہ تمہاری شاندار روایات اور تہذیب ختم کر دیں اور تمہارا دین بدل دیں۔ (26:40)

ا□ طرح □رۂ یوسف میں ہے کہ بادشاہِ وقت کے دین میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے اپنے بھائی کو مصر میں روک لینا ممکن نہیں تھا۔

مَا كَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ ..... (76:12)

''بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ اپنے بھائی کو□ نہیں سکتے تھے.....''

یہاں 'دین الملک' کا لفظ آیا ہے۔

جب اسلام غالب ہوا مکہ□ ہو گیا تو اسلام کے نظامِ زندگی کو 'دین اللہ' کہا گیا

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ O وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا O (110)

''جب اللہ کی مدد آ پہنچی اور□ (حا□ ہو گئی) اور تم نے دیکھا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں.....''

قرآن مجید کا اندازِ تخا طب یہ ہے کہ ہر غالب، مقتدر اور PREVALENT نظامِ زندگی چاہے کسی عقیدے، □ دات و ر□ مات کا حامل ہو اور چاہے مشرکانہ ہو جب تک وہ غالب بھی ہے دین ہے۔

◐ حضرت □ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مکہ میں ہوئی (عام الفیل، 571ء)، چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کا آغاز ہوا (610ء)، بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے 13 سال مکے میں

گذارے اور پھر مدینہ میں ہجرت فرمائی۔ ہجرت □ پہلے آپ ﷺ پر□رۃ الکافرون (109) نازل ہوئی۔ اس□رت میں مکہ کے عام مشرکین اور قریش کی کعبے کی تولیت اور چند مذہبی □مات یعنی حج وعمرہ کے ساتھ جو حکومت قائم تھی اس □ اعلانِ براءت فرمایا ہے اور اس اعلانِ براءت میں اسلام کے لیے تو دین کا لفظ استعمال ہوا ہے، مشرکین کے غالب نظامِ زندگی کے لیے بھی دین کا لفظ استعمال ہوا۔

- آج کا مغرب بھی گذشتہ کئی صدیوں □ چھایا ہوا ہے اور اب اپنے جوبن (CLIAMAX) پر ہے اور کم از کم مغرب میں (G20 ممالک میں 100%) زندگی کے تمام (انفرادی واجتماعی) گو□ں پر محیط ہے۔ اس میں مسلمان ایک اقلیت کے□ر پر مستثنیٰ ہیں یا اس کا □ئی کرتے ہیں تب بھی اس ہمہ گیر غلبہ (DOMINATION) کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ گویا آج کا مغرب بھی مشرکین مکہ کی طرح ایک مکمل ضابطہ حیات اور نظامِ زندگی ہونے کی بنا پر ایک 'مکمل دین' کا نام ہے جسے قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھا جانا ضروری ہے۔

- یہ بحث کہ مغرب اپنے 'دین' کے بارے میں بڑا □ ہے۔ اس نے غلبہ حا□ کرنے کے لیے صدیوں جہاد کیا ہے وہ سب تاریخ کا حصہ ہے اور یہ جہاد بیسویں صدی کا عالمگیر جہاد تھا جس نے دو موقعوں پر انسانیت کی تذلیل کی ہے۔ پہلی جنگ عظیم 18-1914ء اور دوسری جنگ عظیم 45-1939ء کے دوران کروڑوں انسان متاثر ہوئے۔ کروڑوں لوگ مارے گئے۔ کروڑوں وسائل زندگی □ ہاتھ دھو بیٹھے۔ کئی ممالک صفحۂ ہستی □ مٹ گئے دنیا کا جغرافیہ یکسر بدل گیا اور انسانی آبادی کی DEMOGRAPHY بدل گئی۔ دنیا میں باہمی جھگڑوں اور اختلافات کی نوعیت بدل گئی اور یہ سب کچھ□ف عظیم مسلم ریاست سلطنت عثمانیہ کو نیچا دکھانے اور ختم کرنے کے لیے پہلے □ □شدہ منصوبے کے تحت کیا گیا۔

اس پہلی جنگ عظیم کے بعد دنیا کا سرحدوں کی تقسیم اور قومی ریاستوں کا جو نقشہ آیا اس میں□ائے 'ترکی' کی ایک مسلم آبادی کے (جو برطانوی چھتری تلے کھڑی تھی) کوئی بھی مسلم اکثریت کا علاقہ آزاد نہیں تھا سارے مسلمان علاقے یورپی اقوام کے□م اور باج گزار تھے۔

- 1924ء میں خلافت کا مکمل خاتمہ ہوا تو گویا مغربی اقوام اور غالب مغربی صہیونی

استعمار نے اپنے 'دین' کے عالمی سطح پر مستحکم (ESTABLISH) ہونے کا جشن منایا اور یہ جشن چنگیز خان اور ہلاکو خان کی طرح مسلم معا□ے اور اُمت مسلمہ کی لا□ں پر کھڑے ہو کر منایا گیا۔ اسلام کا بطور 'دین' یعنی ریاستی غلبہ عملاً ختم ہو گیا۔ (ع مسلمان در گور و مسلمانی در کتاب)

◐ قوموں کی زندگی میں اور اجتما□ت کے عروج و زوال کے تناظر میں اہل علم کے لیے □ چنے کا مقام ہے کہ حالیہ مغربی صہیونی استعمار کے زیر سایہ (1924ء-2024ء کے) □سالوں میں انسانیت نے 'کیا کھویا کیا پایا'۔ 1998ء میں چھپنے والی FAKUYAMA کی "THE END OF HISTORY AND THE LAST MAN" نامی کتاب کے □ان □ ہی مغرب کا غرور و تکبر چھلک رہا تھا۔ اور اپنے سیکولر اور لبرل اقدار والے دین کے عالمی استحکام کے نشے میں مسلمانوں میں □ کم از کم تین ارب انسانوں کو ختم کر کے اپنی مغربی تہذیب کے 'دینکم' اور 'طریقتکم المُثلیٰ' کے تحفظ و تسلسل کا خواب تھا جس کی منصوبہ بندی پہلے □ کی گئی تھی کچھ عر □ بعد اس خواب کی تعبیر 'نائن الیون' کے حادثہ کے نام □ دنیا کے سامنے آئی۔ ا□ ہنگامے کے دوران 7/اکتوبر 2001ء کو اسرائیل نامی ملک نے اپنے IIIrd TEMPLE کا سنگ بنیاد رکھ دیا اور امریکہ کے صدر بش نے اپنے اس صہیونی استعماری ایجنڈے اور منصوبے کو مسلمانوں کے خلاف 'آخری صلیبی جنگ' کا نام بھی دے دیا۔

◐ 9/11 کے بعد 18 سالوں میں دنیا نے مغربی استعمار کے عالمی غلبے کا پھل کھایا اور چکھا ہے نیز اُمت مسلمہ کے زوال کے□ نے کس میدان میں کیا رنگ دکھایا ہے یہ ما□ قریب کی بات ہے اور اہل علم اور صاحبانِ فکر و نظر کے سامنے ہے۔ دنیا میں اس وقت افریقہ، فلسطین، یمن، کشمیر، افغانستان، روہنگیا وغیرہ جہاں جہاں بھی بدامنی، خانہ جنگی، نقل مکانی، بے گھر افراد کی آبادکاری کا مسئلہ اور انسانی آبادی کے دربدر ہونے کا مسئلہ ہے وہ□ف مسلم علاقوں میں ہے اور مغربی صہیونی استعمار مختلف ناموں اور خود ساختہ ٹارگٹ و□ کر کے مسلمانوں کو ہی مار رہا ہے اور اکثر جگہ پر مسلمانوں کو مسلمانوں □ ہی لڑا رہا ہے۔

مغربی استعمار کا جدید DISCOURSE

دوسری جنگ عظیم □ پہلے مشرق و□ میں سلطنت عثمانیہ کے خلاف 'لارنس آف عربیا'

کا ڈرامہ کھڑا کیا گیا۔ انیسویں صدی میں برصغیر کے مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے ایک 'قادیانی' جھوٹا نبی سامنے لایا گیا جس نے جہاد کو حرام قرار دے دیا۔ افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان)، مصر، یمن، وغیرہ میں مسلمانوں کے خلاف کیا کیا ڈرامے سامنے لائے گئے اور آئندہ دور کے بارے میں کتنے سبز باغ اور ڈرامے مغرب کی زنبیل میں ہیں۔

◐ 1897ء میں ایک صہیونی تحریک کے روح رواں Dr. HERTZ نے □ٹزرلینڈ کے مقام BASIL میں عالمی یہودی کانگریس □ئی جنہوں نے عصر حاضر میں صہیونی ریاست کے قیام کے لیے صد سالہ منصوبہ (THE PROTOCOLS OF ELDERS OF ZIONS) کی منظوری دی, جس پر□ درآمد ہوا۔ (اس جیوش عالمی کانگرس میں دو افراد جنوبی ایشیا □ بھی گئے تھے جن میں □ ایک شخص 18 سالہ آغا خان□م بھی تھے جو جلد ہی بعد میں 1906ء میں قائم ہونے والی مسلم لیگ کے صدر بنے اور 1929ء تک صدر رہے) عجیب اتفاق ہے کہ 1897ء میں ہی ہانگ کانگ کے ساتھ صد سالہ معاہد ہوا جس کے تحت تاجِ برطانیہ نے 1997ء میں یہ علاقہ واپس کیا (یہ علاقہ دونوں عظیم جنگوں میں مغرب نے اپنے لیے استعمال کیا)۔ کچھ عر □قبل یہ بات پریس میں آئی ہے کہ ترکی کے ساتھ بھی 1924ء میں خلافت کے خاتمے کے وقت ایک معاہدہ لوزون (1923ء) ہوا تھا جس کی عملداری کی مدت 100 سال تھی، جو اب ختم ہو رہی ہے۔ ترکی اور مشرقِ وسطی کے حالات سب کے سامنے ہیں 1947ء میں پاکستان بن گیا تقسیم ہند کے مسئلہ میں کشمیر، حیدر آباد (دکن)، جونا گڑھ، وغیرہ کے معاملات مغربی استعمار نے جان بوجھ کر لاینحل بنا دیے۔ 1948ء میں فلسطین میں اسرائیل کا قیام□ میں آیا۔ (سنا ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ بھی تحفّظ کا ایک صد سالہ معاہدہ تھا جو اختتام کے قریب ہے۔ اللہ اعلم)۔ نائن الیون کے بعد مسلم ممالک کے لیے RAND CORPORATION کی رپورٹ کے نام □ جو صہیونی منصوبہ سامنے آیا وہ بھی اب تاریخ کا حصہ ہے اس پر□ درآمد کے لحاظ □ پاکستان میں مدرسہ ڈسکورسز کا قضیہ اب آخری مراحل میں ہے۔

◐ اس تناظر میں فرانس میں جاری YELLOW JACKET احتجاجی تحریک کے 44 ہفتے، ہانگ کانگ میں جاری شدید احتجاج کے 60 دن، بھارتی مقبوضہ کشمیر میں 45 دن □

کرفیو، فلسطین میں اسرائیلی دارالحکومت کی منتقلی پر ہنگامے، افغانستان میں طالبان □ مذاکرات کی منسوخی، برطانیہ میں داخلی سیا□ بحران اور ایسے دوسرے کئی سلگتے عالمی مسائل یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ مغربی صہیونی استعماری ذہن مستقبل کے لیے جو منصوبہ بندی کر چکا ہے وہ ان اقدامات □ □ں ہو رہی ہے۔ پھر اسرائیل میں آنے والے انتخابات میں نیتن یاہو کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے اگر وہ الیکشن میں اکثریت حا□ نہ کر سکا تو ـــــ فلسطین میں کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔ مشرقِ و□ اور اس کے قرب و جوار میں مسلمانوں کے خلاف تیسری عالمگیر جنگ کا منظر سامنے نظر آ رہا ہے۔

◐ ان حالات میں اُمّت مسلمہ کے مذہبی و دینی رہنماؤں، مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور مسلمان ا□افیہ سمیت مغربی جامعات میں زیرِ تعلیم افراد اور مغرب میں آباد مسلمانوں کو مغربی موقف (PARADAIGAM) پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے اور مغرب کے دین کو الگ سامنے رکھ کر□ چنا چاہیے اور حالیہ مغربی تہذیب کے نظریات، ان نظریات کے مطابق نظریات کو تازہ رکھنے کے لیے پاپ کلچر، کھیل کود کے اخلاق باختہ طریقے اور اپنے نظریات کی ر□مات (از قسم فلمی دنیا کے ستارے فلمی دنیا اور چھوٹی بڑی سکرین کے مشاہیر اور ماڈلز کا میڈیا پر قبضہ سمیت ان کے حلال / حرام کو بھی ان کا دین کہہ کر ردّ کر دینا چاہیے اور اپنے دین کی طرف واپس لوٹ آنا چاہیے۔

غالب مغربی تہذیب کے لیے HOLLYWOOD (اور BOLLYWOOD) عالمی تبلیغی واشا□ مراکز ہیں۔ فلمی ستارے ان کے مبلّغ و سفیر ہیں۔ فلمیں، ڈرامے اور انٹرنیٹ کی فحا□ ان کا اشا□ اور تبلیغی لٹریچر ہے۔ کرکٹ، ہاکی، فٹبال، کبڈی، ٹینس وغیرہ کے گراؤنڈز (بشمول خواتین کی ٹیموں کے) ان کے اجتماعات کی جگہیں ہیں اور WORLD OLYMPICS ان کے عالمی اجتماعات اور عریانی فحا□ کے بے دریغ فروغ کا ذریعہ اور موقع۔

اوپر درج □ان میں مذکور□رۃ الکافرون کا مفہوم اور □م یہ ہے:

اے □ﷺ! (اور آپ ﷺ کے ماننے والو) علی الاعلان کہہ دو: اے کافرو! (دین اسلام اور اس کی تعلیمات صحیح سمجھ کر بھی اس □ اعراض کرنے والے مغربی دانشورو!) میں (ﷺ) (اور ہم اکیسویں صدی کے مسلمان) تمہارے نظریات

اور اس کے مظاہر (فلمی دنیا اور ماڈلنگ کی دنیا کی CELEBERITIES) کی WORSHIP نہیں کرتے اور تم (اہل مغرب) نہ میرے / ہمارے معبود 'اللہ' کی WORSHIP کرتے ہو اور نہ ارادہ رکھتے ہو جس کو میں ﷺ (اور ہم مسلمان) پوجیں اور نہ آئندہ (جتنا چاہو ستاؤ) مجھ کو WORSHIP کرنا ہے جس کی تم WORSHIP کرتے ہو اور (نہ ہی کسی درجے میں توقع کہ) تم کو WORSHIP کرنا ہے (اس اللہ کی) جس کی میں ﷺ (اور مسلمان) WORSHIP کرتا ہوں/کرتے ہیں۔□۔ نتیجتاً تمہارا دین (نظریات، کلچر، ENTERTAINMENT کے طریقے کھیل کود اور تفریحات کے انداز اور حیوانی تہذیب) تمہیں مبارک اور مجھے ﷺ (اور میرے سچے پیروکار مسلمانوں کو) میرا دین (خودشنا□، خداشنا□، وحی شنا□، قرآن اور آخرت کی فکر کا دین) مبارک۔

مغرب □ DIALOUGE اور مکالمہ بین المذاہب کا ڈرامہ گذشتہ ایک صدی (یا اس □ زائد عرصہ) □ جاری ہے اس کا اب آخری مرحلہ ہے اور اس کا یہی تقاضا ہے ان کو ___ قَالُوْا سَلَامًا کہہ دیا جائے۔ مغرب نے 9/11 کے بعد آخری صلیبی جنگ ا□ انداز میں□وع کر رکھی ہے اور یہی □م مسلمان حکمرانوں کو دیا تھا جیسے مسلمان کبھی خلافت راشدہ میں غیر مسلم افواج کو دیتے تھے کہ

___ تم ہمارا دین اختیار کرلو تم ہمارے بھائی ہو اور ہم ایک ہیں ___ یا

___ تم چھوٹے اور ہمارے باج گذار و ماتحت بن کر رہو غالب دین ہمارا ہوگا ___ یا

___ میدانِ جنگ میں ہماری تمہاری جنگ ہے تلوار فیصلہ کرے گی۔

آج □ 18 سال قبل کی مسلم دنیا کے حکمرانوں نے اس□م کا کیا RESPONSE دیا تھا اس کا قابل ذکر انداز طالبانِ افغانستان کا تھا جو تیسرا OPTION تھا وہ آج بھی امریکہ □ برابری کی سطح پر مذاکرات کر رہے ہیں۔

اُمت مسلمہ مجموعی□ر پر مغرب کی HIT LIST اور نشانہ پر ہے اور اسلام کا خاتمہ ان کا مقصد ہے امت مسلمہ کے□ام وخواص اور حکمرانوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ اب لَكُمْ دِيْنُكُمْ

وَ لَنَا دِیُنُنَا کا مرحلہ درپیش ہے۔□رۃ الکافرون کے نزول واعلان کے بعد مدینے میں بدر □ لے کر□ مکہ کا منظر نامہ سامنے ہے۔آج ہم مغرب کو یہی جواب دے دیں تو کچھ عر □ بعد کا منظر نامہ بھی ہمارے حق میں ہوگا اور وہ GLOBAL DOMINATION OF ISLAM ہے یا بقول اقبال ؎

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری　　مرے درویش! خلافت ہے جہاں گیر تری
ما□ی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری　　تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی □ﷺ □ وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

اور سب □ اہم بات کہ یہی بات احادیث مبارکہ میں بھی کہی گئی ہے جس پر ہم مسلمانوں کو غور وفکر کر کے مستقبل کا لائحہ□ تشکیل دینا چاہیے۔ وما ذالك على الله بعزيز

اے وادیٔ کشمیر

□شہزاد

کشمیر میں تا حدِ نظر حشر بپا ہے　　''اے خاصۂ خاصانِ رُ□ وقتِ دعا ہے''
کشمیر پہ بھارت نے کیا کیسا یہ قبضہ　　یہ سمجھے ہوئے ہے کہ زمیں پر وہ خدا ہے
ہٹلر کے نئے روپ میں مودی کا جنم ہے　　جو ظلم روا اس نے کیا ہوش ربا ہے
امریکا کہاں روس کہاں چین کہاں ہے　　خاموش ہیں سب کوئی تو پوچھے کہ یہ کیا ہے
لگتا ہے کہ دنیا میں ہیں سب اندھے وگونگے　　ہر ایک ستم دیکھ کے چپ سادھے کھڑا ہے
ناکردہ گناہوں کی سزا روز مقدر　　کشمیر کے لوگوں پہ کڑا وقت پڑا ہے
شہزاد کی آنکھوں میں شب و روز ہیں آنسو　　کشمیر پہ یارب ہو کرم تجھ □ دعا ہے

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس فیصل آباد 7 ستمبر 2019ء)

ڈارون کا نظریۂ ارتقاء: ایک خطرناک دھوکہ

2

ڈاکٹر محمد سرشار خان

(بشکریہ ماہنامہ میثاق لاہور، جولائی 2019ء)

کائنات کی تمام اشیاء میں انتہائی درجہ کی موزونیت اور تناسب یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی اتفاقی حادثے □ وجود پذیر ہونے والی اشیاء میں یہ ترتیب اور حسن وسلیقہ کبھی بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کو پھر چیلنج کرتے ہیں کہ

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (03:67)

''(اللہ وہ ہے) جس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے (تو اے دیکھنے والے) تو اللہ رحمٰن کی تخلیق کردہ چیزوں میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا۔ دوبارہ (نظریں ڈال کر) دیکھ لے کیا کوئی شگاف بھی نظر آرہا ہے؟''

یعنی کہیں بھی کوئی بے ترتیبی اور بدنظمی نظر نہیں آئے گی، تم خواہ کتنی ہی جستجو کرلو۔

اگلی آیت میں ارشاد ربانی ہے:

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْر (03:67)

''پھر دہرا کر دو دو بار دیکھ لے، تیری نگاہ تیری طرف ذلیل (وعاجز) ہوکر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے تو کارِ تخلیق کچھ مشکل نہیں ہے۔ازروئے الفاظِ قرآنی:

اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَهُمۡ بَلٰی وَ هُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ O اِنَّمَاۤ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ O (36:82-81)

''تو کیا جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو، وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسی مخلوق دوبارہ پیدا کردے؟ کیوں نہیں! جب کہ وہ تو بہت تخلیق فرمانے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔اس کے امر کی شان تو یہ ہے کہ جب وہ کسی □ کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ ا □ کہتا ہے ہوجا تو بس وہ ہوجاتی ہے''۔

چوپایوں کا ظہورِ اوّل

ڈارون کے نظریے کے تحت چوپائے سمندر یا پانی میں رہنے والے جانور تھے جو مچھلی □ ارتقا پذیر ہوکر خشکی پر آکر رہنے لگے۔لیکن فزیالوجی اور اناٹومی کے علوم اس کی تصدیق نہیں کرتے اور نہ ہی فاسلز ریکارڈ اس سلسلے میں کوئی شہادت فراہم کرتا ہے۔ فاسلز کے ریکارڈ کے مطالعے □ تو دو اہم باتیں وا □ ہوتی ہیں:

- کسی ذی حیات کی نوع میں اس کی لاکھوں کروڑوں سال کی پوری زمینی زندگی میں (اس نسل کے نابود ہونے تک یا آج تک اگر وہ موجود ہے) کوئی جسمانی تبدیلی نہیں آئی۔
- کوئی بھی جاندار جنس آہستہ آہستہ وجود میں آکر مکمل نہیں ہوئی بلکہ وہ تمام اجناس سب کی سب ہر لحاظ □ مکمل □ رت میں ایک ہی دور میں یک دم پیدا ہوئیں۔

مچھلی کو تو زمین پر بود و باش اختیار کرنے کے لیے اپنے جسم اور افعال میں بہت تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔سب □ پہلے تو نظامِ تنفس کو تبدیل کرکے ا □ گل پھڑوں کی بجائے □ وں میں بدلنا ہوگا۔ا □ اپنے کمزور fins طاقتور ہاتھ پاؤں یا ٹانگوں میں بدلنا ہوں گے تاکہ خشکی پر اپنا بھاری جسم اٹھا کر چل پھر سکیں (پانی میں تو انہیں چلنے میں کوئی دقت نہیں تھی)۔اس کے علاوہ مچھلی کو اپنے اندرونی اعضا اور ان کے کام کرنے کے طریقوں کو بھی بدلنا پڑے گا۔کیونکہ سمندری خوراک و ماحول میں اور زمینی خوراک و ماحول میں بہت فرق ہے۔سب □ ضروری یہ

کہ اس کی جلد کو بھی خا□ تبدیلی کی ضرورت ہوگی تا کہ پانی کے□ ع کو روکا جا سکے۔ فالتو مواد کے اخراج کے لیے ا□ گردوں کی بھی ضرورت ہوگی جو کہ پہلے نہیں تھی، وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ سب ضرورتیں پوری نہ ہوں تو مچھلی خشکی پر چند منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

اب اس کے دفاع میں بے سروپا کہانیاں ہی گھڑی جا سکتی تھیں جو گھڑی گئیں، اگرچہ وہ سب بے بنیاد اور غیر منطقی ہیں۔ قبل از وقت تغیر (preadaptation) کی کہانی بھی گھڑی گئی اور کہا گیا کہ ابھی یہ مچھلیاں پانی میں ہی تھیں تو انہوں نے قبل از وقت وہ خدوخال حا□ کر لیے جن کی انہیں خشکی پر ضرورت پڑنے والی تھی۔ لیکن اس بات کا ان کے پاس کیا جواب ہے کہ وہ خاصیتیں اور خدوخال جن کی انہیں زمین پر زندگی گزارنے کے لیے ضرورت تھی ان کے ساتھ انہوں نے اتنا عرصہ سمندر میں کیسے گزارا، کیا یہ Survival of the Fittest کے ا□ل کے خلاف نہیں تھا؟ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں تو انہیں بہت جلد نیست و نابود ہو جانا چاہیے تھا۔

اپنے د□ے کے ثبوت میں وہ مینڈک اور Salamandar (کیچڑ میں رہنے والا ایک مچھلی نما جانور) کی مثال دیتے ہیں کہ یہ درمیانی شکلیں ہیں۔ لیکن ان جانداروں کے کروڑوں سال پرانے فاسلز اور موجودہ مینڈک اور Salamandar کے جسم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔ یہ درمیانی کڑی تو نہ ہوئی۔ انہیں پیدا ہی ایسے کیا گیا تھا۔ ا□طرح کروڑوں سال پہلے □ موجود چمگادڑ کے فاسلز آج کل کی چمگادڑ □□ فیصد مماثلت رکھتے ہیں۔ دودھ دینے والے جانوروں میں تو خشکی کے علاوہ ہوا میں اڑنے والی چمگادڑ اور پانی میں رہنے والی ڈولفن اور وہیل مچھلی بھی شامل ہیں، جو اپنے □ں کو دودھ □تے ہیں۔ اس کے باوجود ان مختلف گروہوں کا آپس میں دور دور تک کوئی ارتقائی تعلق نہیں ہے۔

مچھلی کے ایک فا□ کا قصہ

مچھلی کے ایک فا□ کے □ د□ی کیا گیا کہ اس کی نسل سات کروڑ سال پہلے ناپید ہو چکی ہے۔ ا□ سیلاکانتھ (Cealacanthies) کا نام دیا گیا۔ اس کے بارے میں کہانی گھڑی گئی کہ اس قدیم مچھلی کا گل پھڑوں کے علاوہ ایک □ ابھی ہے جو کامل کام نہیں کر رہا، لہٰذا ا□ مچھلی کے خشکی کی طرف انتقال کرنے کی درمیانی کڑی قرار دیا گیا۔

لیکن ہوا یوں کہ 1938ء میں بحر ہند □ اس نوع کی ایک زندہ مچھلی □ ی گئی۔ اس کے تفصیلی مطالعے □ ارتقائی علما کی برادری کو بہت گہرا صدمہ ہوا۔ ا□ میں یہ مچھلی کی ایک قسم ہے جو گہرے سمندر کی با□ ہے او□ ماً سطح سمندر □ 180 میٹر □ اوپر نہیں آتی۔ سیلا کانتھ کے مطالعے □ معلوم ہوا کہ اس کے نہ تو قدیم □ ے تھے اور نہ ہی بڑا دماغ تھا۔ جسے وہ □ ے سمجھتے رہے وہ ہوا کی تھیلی تھی جو مچھلیوں کو تیرنے میں مدد دیتی ہے۔ یوں اس مچھلی کو درمیانی کڑی قرار دینے کا □ ئی □ ثابت ہوگیا۔

دودھ دینے والے جانوروں کی پیدائش

نظریۂ ارتقاء کے مطابق کچھ جانور سمندر □ نکلے اور رینگنے والے چوپائے (Reptiles) بن گئے اور یہ کہ ان ریپٹائلز (مثلاً چھپکلی، مگرمچھ، قدیم ڈائنوسارز) □ پرندوں نے جنم لیا۔

یہاں ایک □ال یہ بھی اُبھرتا ہے کہ سمندری جانداروں کو اپنی افزائش نسل کے لیے الگ طرز کا نظام درکار ہے۔ جب یہ جاندار خشکی پر آئے تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ ان کے جنسی ملاپ، بارآوری کے طریقوں، انڈے کی ساخت کی تبدیلی خود بخود اس طرح واقع ہوگئی کہ ان کی افزائش نسل پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ جہاں تک ریپٹائلز کے دودھ دینے والے جانوروں میں تبدیل ہونے کا تعلق ہے یہ ناممکن بات ہے، کیونکہ ان دو اقسام میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

ریپٹائلز □ ے خون والے (cold blooded animals) جاندار ہوتے ہیں یعنی یہ اپنے جسم کی گرمی خود کنٹرول نہیں کر سکتے۔ ان کے جسم کا درجہ حرارت بیرونی ماحول کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ یہ انڈے دیتے ہیں، اپنے □ں کو دودھ نہیں □ تے اور ان کے جسم پر بالوں کی بجائے کھپرے (scales) ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس دودھ دینے والے جانور یعنی ممالیہ (mammals) اپنے جسم کو ایک خاص درجہ حرارت پر رکھنے کے لیے خود حرارت پیدا کرتے ہیں اور کنٹرول کرتے ہیں۔ انڈوں کی بجائے بچے پیدا کرتے ہیں اور انہیں دودھ □ تے ہیں۔ تو یہ کیسے ممکن ہوا کہ ایک ریپٹائل اپنا جسمانی درجہ حرارت خود کنٹرول کرنے لگا؟ حرارت کنٹرول کرنے کے لیے پسینے کا پیچیدہ نظام کس طرح پیدا ہوگیا؟ اس کے کھپرے کس طرح بالوں میں تبدیل ہوگئے؟ پھر پیچیدہ اور زبردست اندرونی تبدیلیاں کس طرح خود بخود پیدا ہوگئیں کہ وہ

انڈوں کی جگہ بچے دینے لگے؟ پھران کے تھن بھی نکل آئے اور وہ دودھ بھی دینا □وع ہوگئے۔ ان کے جبڑوں اور کانوں کی ہڈیوں میں کس طرح تبدیلیاں ہوگئیں؟ مزید برآں آج تک ایک بھی ایسا فا□ دریافت نہیں ہوا جو رپٹائل □میمل تک کے سفر کے کسی ایک معمولی □ مرحلے کی بھی تائید و وضاحت کرتا ہو۔

پرندوں کی تخلیق

نظریہ ڈارون کے مطابق پرندے دورِ قدیم کے رپٹائلز یا ڈائنوسارز □ ارتقا پذیر ہوکر موجودہ حالات تک پہنچے ہیں۔ا□ائی پرندوں میں اڑنے کی □ حیت بہت کم تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ مخصوص حالات کے زیر اثر ان کی موٹی کھپروں والی جلد پر پر نکل آئے اور اگلی ٹانگیں اڑنے والے پنکھوں میں تبدیل ہوگئیں۔ یہ خیال کسی سائنسی نظریے کی بجائے □اں کو سنانے والی کوئی دلچسپ کہانی ضرور لگتا ہے۔

ماہرین ارتقاء اس□ال کا ابھی تک کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے کہ رفتہ رفتہ تبدیلی کے دور میں پرندے ادھورے پروں اور ادھوری اگلی ٹانگوں کے ساتھ معذوروں جیسی زندگی کیسے گزارتے ہوں گے؟ ادھورے پروں/ٹانگوں کے ساتھ نہ تو اُڑا جاسکتا ہے اور نہ شکار کیا جاسکتا ہے۔ ان حالات میں تو خود ڈارون کے قدرتی انتخاب کے نظریے کے مطابق یہ ادھورے جانور جلد ہی نیست و نابود ہوگئے ہوں گے۔□ یہ محض خیال قیاس آرائیاں ہیں جنہیں خباثت، ڈھٹائی اور تسلسل کے ساتھ ذہنوں میں ٹھونسا جارہا ہے۔

ییل (Yale) یونیورسٹی کے شعبہ علم طبقات الارض کے ڈین پرو □ جون اسٹروم اس □ میں فرماتے ہیں کہ ابھی تک مکمل پرندہ بننے کی کوئی بھی حجری شہادت نہیں ملی۔ مکمل پرندہ بننے □ پہلے Pro-aves کا نظریہ محض مفروضہ ہے۔ اس کے باوجود جو کہہ دیا گیا وہی صحیح ہے یعنی ہم ڈارونزم پر پھر بھی یقین رکھتے ہیں۔ جبکہ ایک عام ذہن رکھنے والا آدمی بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ پرندوں کے بازوؤں اور پروں کا پیچیدہ، بے حد مکمل ڈیزائن اور نظام خود بخود ارتقائی مدارج □ کر کے وجود میں آ گیا۔

مزید برآں پرندوں اور رپٹائلز/ڈائنوسارز کی جسمانی ساخت اور طبعی افعال میں بھی

بے حد فرق ہے۔ مثلاً:

- ڈائنوسارز کی ہڈیاں بہت بھاری اور ٹھوس تھیں، کیونکہ انہیں اپنے بھاری اجسام کو اٹھانے اور حرکت کے لیے ایسا ہی ڈھانچہ درکار تھا۔ اس کے مقابلے میں پرندوں کی ہڈیاں جسم کے تناسب □ کم ہلکی اور کھوکھلی ہوتی ہیں۔
- ڈائنوسارز کا نظام تحویلی (Metabolic System) جانوروں کی دنیا میں سب □ سست ہے جبکہ پرندوں میں یہ نظام سب □ تیز ہوتا ہے؛ کیونکہ پرندوں کو اڑان کے لیے بہت زیادہ توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔
- ڈائنوسارز کے کھپرے (scales) ٹھوس کیراٹین □ بنے ہوتے ہیں جبکہ پرندے کے پر کھوکھلے اور کیروٹین کی ایک اور قسم □ تشکیل پاتے ہیں۔
- پرندوں کا نظامِ تنفس (Respiratory System) ڈائنوسارز بلکہ دیگر تمام چوپائیوں/ جانداروں □ یکسر مختلف ہے۔ پرندوں کے □ وں میں ہوا ایک طرف □ داخل ہو کر دوسری طرف □ نکل جاتی ہے۔ پرندوں کے □ میں بھی ہوا کی تھیلیاں موجود ہوتی ہیں جن □ ہوا گزرتی ہے، اس طرح ان کے جسم کو □ وں □ مسلسل آکسیجن ملتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس ڈائنوسارز، انسانوں اور چوپائیوں میں □ وں کی نالیاں آخر میں بند ہوتی ہیں اور اس میں ہوا داخل ہو کر واپس بھی □ راستے □ نکل جاتی ہے۔

کسی بھی جانور کو زندہ رہنے کے لیے مسلسل سانس لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس نظام کو یکسر تبدیل کر دیا جائے تو دوران تبدیلی (جو بقول ماہرین ارتقاء کروڑوں سالوں پر محیط ہے) اس جاندار کی موت یقینی ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایک زمینی جاندار کے □ وں کا پرندے کے □ وں میں تبدیل ہو جانا قطعی ناممکن ہے۔

مائیکل ڈینٹون جو نیوزی لینڈ کی اوٹاگا یونیورسٹی میں Molecular Biologist ہیں، ان کا کہنا ہے کہ نظریہ ارتقاء کی رو □ ڈائنوسار کے □ وں کی پرندوں کے □ وں میں تبدیلی کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

پرندوں کے فاسلز اوران کی کہانیاں

علمائے ارتقا فوسلی شہادت کے سلسلے میں ایک پرندے Archaeopterics کو ڈائنوسارز □ پرندے کے ارتقاء کے درمیان کی ایک□ری شکل کے□ر پر پیش کرتے ہیں۔ان کے مطابق یہ موجودہ پرندوں کا جداعلیٰ ہے جو150 ملین سال پہلے اپنے آباءواجداد □ الگ ہوکر اڑنا□وع ہوا۔تحقیقی مقالوں کے مطابق یہ آدھا پرندہ تھا جواُڑنہیں سکتا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ پرندوں کے برعکس اس کے سینے کی ہڈی(sternum) نہیں تھی۔لیکن1992ء میں ایک اورآرکی آپیٹرکس کا فا□مل گیا،جس میں سینے کی ہڈی مل گئی،جس □ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے اڑنے میں مدد دینے والے پٹھے بڑے مضبوط ہوتے تھے۔ جہاں تک اس کے چھوٹے پروں کا تعلق ہے تو وہ آج کل کی مرغیوں،جنگلی مرغ،مختلف فیزنٹس□ کہ کیوی اورشتر مرغ میں بھی جسم کے لحاظ □ چھوٹے پر پائے جاتے ہیں جودرا□ چھوٹی اڑان یانہ اڑنے والے پرندوں میں پائے جاتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ آرکی آپیٹرکس کے پروں میں پنجے اور چونچ میں دانت بھی ہوتے تھے،لیکن اس □ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا ریپٹائلز/ڈائنوسارز □ کوئی تعلق ہے۔آج بھی ٹوراکو(ایک افریقی سبز پروں اور سرخ کلغی والا پرندہ) اور ایک امریکی پرندہ ہوکزین ایسے پرندے ہیں جن کے چمگادڑوں کی طرح بازوؤں میں پنجے ہوتے ہیں، جوشاخوں □ لٹکنے میں مدد دیتے ہیں۔ جہاں تک آرکی آپیٹرکس کی چونچ میں دانتوں کا تعلق ہے تو ا□ اس بات کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔آج کے دور میں بھی کچھ رینگنے والے جانوروں کے دانت ہوتے ہیں اور کچھ کے نہیں۔جیسے کچھوا ایک ریپٹائل ہے،لیکن اس کے منہ کی بجائے چونچ ہوتی ہے اوراس میں دانت نہیں ہوتے۔ جدید تحقیق □ یہ بھی □ چلا ہے کہ آرکی آپیٹرکس کے دانتوں کی اناٹومی ڈائنوسارز کے دانتوں □ بالکل مختلف ہے۔ آرکی آپیٹرکس کے کانوں کی ساخت بھی ڈائنوسارز کی بجائے پرندوں □ملتی ہے۔

1995ء میں دوچینی ماہرین طبقات الارض نے ایک نئے پرندے کا حجری ڈھانچہ دریافت کیااوراس کا نام کنفیوشس آرنس رکھا۔اس کی ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی آرکی آپیٹرکس کی طرح تھا،لیکن اس کی چونچ میں دانت نہیں تھے۔ پرندوں کی دم کو کنٹرول کرنے والا حصہ

(Pygostyle) بھی اس میں موجود تھا۔ یہ ڈھانچہ بھی آرکی آپٹیرکس جتنا پرانا ہے۔ ہرلحاظ □ بالکل دورِجدید کا پرندہ لگتا ہے۔ا□طرح 1996ء میں چین میں ہی ایک اور ڈھانچہ دریافت ہوا۔ اس میں اور آج کے پرندے میں□ف دانتوں کا فرق ہے اس کے □ ایک مضمون 1997ء میں مشہور رسالہ Discovery میں شائع ہوا۔ اس کا□ان تھا ''پرندے کہاں □ آئے؟ یہ فا□ بتاتا ہے کہ پرندے ڈائنوسارز کے سٹاک □ پیدانہیں ہوئے''۔

اس کے باوجود ارتقا کے حامیوں نے ہارنہیں مانی اور اپنی بات کو سچ ثابت کرنے کے لیے جھوٹ اور جعلسازی کا بھی سہارا لے کر لوگوں کو بے وقوف بنانے کی کو□ کی۔ مثلاً نیشنل جیوگرافک کے نومبر 1999ء کے شمارے میں ایک مضمون میں چین □ ملنے والے ایک فا□ کے بارے میں د□ئی کیا گیا کہ اس میں ڈائنوسارز اور پرندے، دونوں کے خدوخال موجود ہیں۔ اس کی بہت تشہیر کی گئی اور ا□ Archaeoraptor Lioningevesis کا نام بھی دے دیا گیا۔ نیشنل جیوگرافک رسالے نے اس پر ایک زبردست مضمون لکھا اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اس فا□ □ پرندوں کا ارتقاء اور ا□ کا منظرنامہ تصدیق ہو چکا ہے اور اب کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ گیا۔

درا□ یہ چند چینی لوگوں کی حرکت تھی جنہوں نے 88 عدد ہڈیوں اور پتھر کے ٹکڑوں کو گوند اور سیمنٹ □ جوڑ کر یہ ''شاہکار'' تخلیق کیا تھا۔ سائنس دانوں کے ایک گروہ نے جب اس کا تنقیدی نظروں □ تفصیلی معائنہ کیا اور ایکسرے کمپیوٹرٹوموگرافی □ ا□ پرکھا تو معلوم ہوا کہ ا□ بنانے میں قدیم پرندے کے ڈھانچے کے اگلے حصے کو استعمال کیا گیا جبکہ جسم اور دم بنانے کے لیے 4 مختلف پرندوں کے فاسلز کو بروئے کار لایا گیا۔

ڈاکٹر سٹورس آلسن جو مشہور زمانہ اسمتھ □نین ادارہ نیچرل ہسٹری میوزیم آف امریکہ کے پرندوں کے شعبے کے سربراہ تھے۔ انہوں نے درج بالا مضمون شائع ہونے □ پہلے ہی رسالے کی انتظامیہ کو بذریعہ خط آگاہ کر دیا تھا کہ یہ فا□ جعلسازی کا نتیجہ ہے۔ لیکن ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے باوجود یہ مضمون شائع ہوا، جس پر بعد میں بھی کوئی معذرت نہیں کی گئی۔ بقول آلسن ''نیشنل جیوگرافک نے یہ مضمون شائع کر کے اپنی زندگی کی سب □ کمتر، گھٹیا، سنسنی

خیز، فضول و بے بنیاد بڑی بڑی سرخیاں لگانے والی صحافت جیسی حرکت کی''۔

انسان کا ارتقاء

ڈارون نے انسانی ارتقاء کے بارے میں اپنی کتاب Descent of Man (مطبوعہ 1871ء) میں یہ ثابت کرنے کی کو□ کی ہے کہ موجودہ انسان کے جداعلیٰ قدیم دور کے بن مانس، چمپینزی اور اورنگوٹان (بندر کی ایک قسم) ہیں، جو درختوں پر □ا کیا کرتے تھے۔ یہ چار پائے کسی کنگرو وغیرہ کے خاندان □تعلق رکھتے تھے جن کا مورث اعلیٰ کوئی مگرمچھ وغیرہ تھا۔ یہ مگرمچھ مچھلیوں □ ترقی کر کے خشکی پر رہنا□وع ہوئے تھے۔ مچھلیاں سیپیوں گھونگھوں وغیرہ کی ترقی یافتہ اقسام ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ یہ نظریہ کتنا غیر سائنسی اور غیر منطقی ہے۔ ماہرین ارتقاء نے انسان کا جو فر□ شجرۂ نسب بنایا ہے اس کے مطابق انسان کے آباء واَجداد کا تعلق انسانوں کی طرح دو ٹانگوں پر چلنے والے بندر جیسے انسان □ ہوا جسے آسٹرالوپیتھیکس (Australopethecus) کا نام دیا گیا، جو رفتہ رفتہ ہوموہیبلس (Homo Habilus) میں تبدیل ہوا۔ اس کے بعد وہ ہوموار یکٹس (Homo Erectus) بن گیا، جو□ ریج ارتقا پذیر ہو کر آخر میں موجودہ انسان (Homo Sapien) بن گیا۔

لیکن فا□ ریکارڈ اور ار□ حقائق اس کے برعکس یہ بتاتے ہیں کہ یہ ساری اقسام ایک ہی دور میں بیک وقت دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود تھیں۔ پھر یہ ایک دوسرے کے آباء و اَجداد کیسے ہو سکتے ہیں۔ کہا گیا کہ ہوموہیبلس کا دماغ آسٹرالوپیتھیکس □ بڑا ہے اور وہ زیادہ سیدھا ہو کر دو ٹانگوں پر چل سکتا ہے۔ یہ خیال اپنی ضرورت کے تحت گھڑا گیا تا کہ انسانی ارتقاء ثابت کیا جا سکے۔ امریکی عالمہ علم البشر ہولی سمتھ نے 1994ء میں تفصیلی مطالعہ اور تحقیق کے بعد کہا کہ ہوموہیبلس آدمی نہیں بلکہ بغیر کسی شک کے بندر ہے جو جھک کر چلتا ہے۔ ا□ طرح ہوموایریکٹس کے بارے میں رچرڈ لیکے نے، جو خود عالم ارتقاء ہے، کہا کہ اس میں اور جدید آدمی میں □ائے نسلی فرق کے اور کوئی فرق نہیں۔

2000ء میں امریکہ میں ایک کانفرنس ہوئی جسے سنکن برگ کانفرنس کہا جاتا ہے۔ اس

میں ہوموایریکٹس کا خاندانی پس منظر تفصیل □ زیر بحث آیا۔اس کانفرنس کا لب لباب یہ تھا کہ ہوموایریکٹس کا کوئی علیحدہ وجود نہیں۔ یہ انسانی ڈھانچہ ہے۔لہٰذا پہلا آدمی جو فا □ میں ظاہر ہوا وہ اچانک ہوا،اس کی کوئی ارتقائی تاریخ نہیں ہے۔

نی اینڈرتھال انسان

یہ وہ لوگ تھے جو ایک لاکھ سال پہلے یورپ میں پیدا ہوئے اور آج □ 35 ہزار سال پہلے یا تو ناپید ہو گئے یا دوسری انسانی نسلوں کے ساتھ اختلاط کے سبب منظر عام □ ہٹ گئے۔ موجودہ انسان اور ان میں فرق□ف یہ تھا کہ ان کی ہڈیوں کا ڈھانچہ زیادہ بھاری اور مضبوط تھا اور کھوپڑی کی گنجائش بھی ذرا زیادہ تھی۔لیکن فا □ اور ارا□ تحقیقات □ □ چلتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مردوں کو دفن کرتے تھے۔اپنے بیماروں کا خیال رکھتے تھے اور زیورات وغیرہ زیب تن کرتے تھے۔ارا□ کھدائی □ ہڈی □ بنی ہوئی کپڑے سینے والی□ئی بھی برآمد ہوئی۔ایسے مکمل انسان کو آپ قدیم درمیانی قسم کا آدھا جانور اور آدھا انسان کیسے کہہ سکتے ہیں؟

پلٹ ڈاؤن آدمی

1912ء میں ایک عالم طبقات الارض چارلس ڈا□ نے کہا کہ ا □ ایک جبڑے کی ہڈی اور کھوپڑی کا ٹکڑا پلٹ ڈاؤن انگلینڈ کے ایک غار □ ملا ہے۔ا □ پلٹ ڈاؤن آدمی کا نام دیا گیا اور اس کی عمر 5 لاکھ سال بتائی گئی۔اس پر مقالے لکھے گئے اور 40 سال تک ا □ انسانی ارتقاء کے ثبوت کے□ر پر پیش کیا جاتا رہا۔1949ء میں کیتھ اوکلے جو کہ برطانوی عجائب گھروں کے فاسلز کے شعبے □ □ تھا،اس نے جدید ٹیکنالوجی استعمال کر کے انکشاف کیا کہ یہ نمونہ تو محض چند سال پرانا تھا،بس کھوپڑی 500 سال پرانی نکلی۔1953ء میں جب یہ جعلسازی عام آدمی تک پہنچی تو معلوم ہوا کہ اس کھوپڑی میں بندر کے ایک□ساٹھ سالہ جبڑے کو جعلی طریقے □ چپکایا گیا تھا۔اس کے بعد اس نمونے کو برطانیہ کے عجائب گھر □ اُٹھا لیا گیا۔لیکن عجیب بات ہے کہ اس بنیاد پر جو مقالے اور کتابیں لکھی گئیں ان کو جھوٹا نہیں کہا گیا۔وہ بدستور ریکارڈ پر موجود ہیں۔ (جاری ہے)

مدرسہ ڈسکورسز کا فکری و تہذیبی جائزہ

محمد دین جوہر

(بشکریہ ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، ستمبر 2019ء)

آج کل مدرسہ ڈسکورسز کا □ سے چرچا ہے، اور مختلف ردّعمل سامنے آئے ہیں۔ کچھ حلقوں میں اسے سازش بھی قرار دیا گیا ہے جو مضحکہ □ ہے، اور صور□ل کا سامنا کرنے سے انکار ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی خطیر فنڈنگ کو موضوع بنا کر بھی کچھ غیر مفید نتائج اخذ کیے گے۔ فنڈنگ کی بنیاد پر ڈسکورسز کے منتظمین کی نیتوں اور 'خفیہ' عزائم پر اشاروں کنایوں سے بات کی گئی۔ چند مذہبی لوگوں نے 'اظہارِ خیال کی آزادی' اور 'فکری مکالمے کی ضرورت' کے حوالے سے ا□ کشادہ قلبی اور بے دماغی بھی ارزانی فرمائی۔ ان غیر اہم یا کم اہم پہلوؤں پر گفتگو سے مدرسہ ڈسکورسز کے تعلیمی اور علمی منصوبے کا اصل کام اور اس کے مضمرات اور عواقب زیر بحث نہ لائے جا سکے۔ جیسا ظاہر ہے کہ مدرسہ ڈسکورسز ایک منصوبہ اور واقعہ ہے، اور اس کے مقاصد اور طریقۂ کار مشتہر ہے۔ عصر حاضر کے 'واقعات' کی تفہیم ہم جس سطح پر اور جس اسلوب میں سامنے لاتے ہیں، اس سے یہ اندازہ بخوبی □ جاتا ہے کہ ہم جدید افکار و نظریات کو سمجھنے اور ان سے □ّض کرنے کی کیا استعداد رکھتے ہیں۔ واقعات کو سازشی □ ظر اور افکار کو اخلاقی اسالیب میں زیر بحث لانا ہماری فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے، اور یہ دو ایسے پٹ بن گئے ہیں جن سے بابِ علم اب مستقل بند ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مدرسہ ڈسکورسز کو خود اس کے ا□ بیان کردہ مقاصد کے حوالے سے زیر بحث لاتے □ ئے

بنیادی سوالات اٹھائے جائیں اور بیان کردہ موقف کو ردّ وقبول کی بنیاد بنایا جائے۔ اس کا سرکاری (آفیشل) بیانیہ ا□ منہج، کلام اور خاموشی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز پر ناقدین کی زیادہ تر گفتگو نہ صرف بے سود ہے بلکہ اس کے مقاصد کی تفہیم میں مانع ہے۔ ذیل میں ہم مدرسہ ڈسکورسز کے ا□ بیان کردہ منصوبے کی حدود میں رہتے □ئے گفتگو کرنے کی کوشش کریں گے، اور جہاں ضروری □ا اس پر کسی کام کے تبصرے کو بھی زیرِ بحث لائیں گے۔

گزارش ہے کہ شکست خوردہ تہذیبوں کا ملبہ لوٹ کا مال □تا ہے جس پر صلائے عام مستقل □تی ہے۔ ایسے میں پوپ کی طرف سے رواداری کا کوئی مطالباتی بیان □، یا سابق فرانسیسی صدر سارکوزی کی طرح کوئی مغربی سیاست دان یا ریاستی عہدیدار قرآن مجید کی تدوینِ نو کی بات کرے، یا غالب تہذیب کے فنکار و مصور ہماری شخصیات و شعائر کو کارٹونوں میں کھپا دیں، یا مغرب کے اہلِ دانش اس تمسّخر کو ہمارا علم بنا دیں اور ہمارے خانہ ساز اہلِ علم و دانش اسے ہماری تہذیبی اور مذہبی □یر کے طور پر پیش کریں، تو اس پر کوئی حیرت نہیں □نی چاہیے۔ حیرت تو ان پسماندہ ذرائع تفہیم، فکری افلاس، اخلاقی مکاری اور بے حمیتی پر □تی ہے جو ایسے مواقع پر ہم سامنے لاتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر پہلو سے دنیا کے حالات مسلمانوں کے لیے بہت مشکل □ چکے ہیں۔ ان حالات کے روبرو تہذیبی مزاحمت تو ایک فراموش شدہ آدرش ہے، لیکن محض بات کرنا اور جہاں بات □ر□ ہے وہاں ا□ بات رکھنا بھی شدید مشکل □ گیا ہے۔ اس صورت حال کے لیے صرف مغرب کو الزام دینا درست نہیں۔ ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ مذہبی □ظر میں علمی اور فکری گفتگو حالات میں کسی طرح کی □یلی کا باعث نہیں بنتی، اور خود فکری سرگرمی کے جواز کے خا□ اور مایوسی میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ یہ امر فراموش کر دیا جاتا ہے کہ افکارِ تازہ سے جہانِ تازہ کی نمود ہے، اور تہذیبی مزاحمت کا پہلا قدم علمی اور فکری ہے۔ افکار، امید کو روشن رکھنے اور امکانِ عمل کو تلاش کرنے اور باقی رکھنے کا واحد اولین ذریعہ ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کا موضوع اور مقاصد

مدرسہ ڈسکورسز کے اغراض و مقاصد اور اس کے علمی و تعلیمی موضوعات اس کے خود بیان کردہ سرنامے کے □ آتے ہیں، اور جو CONTENDING MODERNITIES

ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ مدرسہ ڈسکورسز کا منصوبہ گزشتہ دوسو سالہ استعماری تاریخ کے تسلسل کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس کا□ ۂ نسب یا اس کی GENEALOGY براہِ راست استشر اقی ہے۔

مدرسہ ڈسکورسز کے □ میں کی جانے والی علمی سرگرمی کے مقاصد مشتہر ہیں اور ان میں سے زیادہ تر علمی اور تہذیبی نتائج حاصل شدہ ہیں۔لیکن ان نتائج میں مسئلہ یہ ہے کہ ہر بار ایک آنچ کی کسر رہ جاتی ہے اور اس کسر کو پورا کرنے کے لیے خطیر وسائل سے ایسے منصوبے بار بار سامنے لائے جاتے ہیں۔مسلمان بھی بیچارے بلک بلک کر □ گئے ہیں، نہ کوئی ان کی سنتا ہے، نہ وہ کسی کی سنتے ہیں، اور سن لیں تو سمجھ کچھ نہیں آتی، اس لیے نالی سے دوائی پلانے کے مدرسے ڈسکورسز جیسے منصوبوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ چونکہ دوا کی ضرورت پر طبیب و مریض اور 'اہلیان' سب کا ا□ ق ہے، اس لیے اب ٹھوس نتائج کی امید باندھی جاسکتی ہے۔ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جدیدیت کے وہ پہلو جو سماجی، معاشی اور سیاسی طور پر فائدہ مند، ضروری اور 'عملی' ہیں، وہ بلا چون و چرا فوراً ا□ لیے جاتے ہیں اور ان کی جواز سازی میں پورا دین بھی کھپائے بیٹھے ہیں۔ جدیدیت کے جن پہلوؤں کو 'غارت گر' ایمان سمجھتے ہیں ان کے بارے میں ہمارا خیال ہے کہ وہ اس کے □ اکردہ نظری اور فلسفیانہ علوم ہیں۔ان سے بچاؤ کے لیے دولے شاہ کی آہنی تراکیب سے ہم□ م دماغی مسائل بھی حل کیے بیٹھے ہیں۔لیکن نوٹرے ڈیم والے زیرک و مہرباں ایسے ہیں کہ انہیں یہ سب 'راز' معلوم ہیں، اور وہ علم کے ساتھ ساتھ ضروری اسباب لے کر اب ادھر□ اٹھ آئے ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کے منصوبے کا بنیادی نقطہ یا حقیقی دُھرا بطور ورلڈ ویو جدیدیت کے تہذیبی اور علمی مطالبات ہیں۔ جدیدیت کا بنیادی ترین مطالبہ یہ ہے کہ اسے انسانی شعور، تاریخ اور نیچر میں واحد معرف (DEFINER) کے طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ مذہب اسی نوع کے مطالبے کو ا □ واحد حاملِ حق □ نے کی صورت میں سامنے لاتا ہے، اور اس دعوے کا بنیادی دائرہ انسانی شعور ہے۔ جدیدیت اور مذہب/مذاہب کے مابین کشمکش کا منبع یہی نا قابل تطبیق و نا قابل □ یہ موقف ہے۔لیکن اگر مذہب ا □ واحد حاملِ حق □ نے کے دعوے سے دستبردار□ جائے تو جدیدیت سے توافق اور□ یہ ممکن ہے۔ اسلام کے برعکس دنیا کے باقی □ م مذاہب جدیدیت کے روبروا □ اساسی موقف سے دستبردار□ کر اس سائبان میں □ ہ لے چکے ہیں۔ یہ مقصد عیسائی اور

یہودی جدیدیت وغیرہ کے ذریعے حاصل کیا گیا، اوران مذہبی جدیدیتوں نے استعمار و اِستِشراق کا بھی خوب خوب ہاتھ بٹایا۔ لیکن اسلامی جدیدیت ابھی مکمل نہیں □سکی اور یہ ایک جاری منصوبہ ہے اوراس پر کام کبھی رکتا نہیں ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز اسی منصوبے کی تکمیل کو ایک قدم آگے بڑھاتا ہے۔

اسلام بطور ایک حریف جدیدیت (CONTENDING MODERNITY)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ورلڈ ویوا □ سائبان □ ایسی بڑی اور جامع تعبیرات کی گنجائش رکھتا ہے جو باہم متضاد، مخاصم اور متصادم □ں جیسا کہ اسلامی ورلڈ ویو میں شیعہ سنی صور□ل ہے۔ جدیدیت ایک مکمل ورلڈ ویو ہے اور جو ایک تہذیب کا خالق بھی ہے۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری نظام اس ورلڈ ویو کے □ میں □ا□نے والے باہم متضاد اور مخاصم مظاہر رہے ہیں۔ اشتراکیت اور سرمایہ داری ا□ وجودی موقف میں ایک □ ہیں، لیکن تہذیبی مظہر میں باہم متضاد اور مخاصم ہیں۔ یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری باہم کل کی کل سے مخاصمت نہیں رکھتے، بلکہ کچھ اساسات پر ا□ق کے بعد تہذیبی مظاہر میں □ داور مخاصمت کو سامنے لاتے ہیں۔ □ اسی نکتے کو مدرسہ ڈسکورسز کے منصوبے اور اس کے □ظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ نکتہ جو ہم پر منصوبہ بن کر مسلط □اہے، CONTENDING MODERNITIES کا □ رہے اور جو جناب ابراہیم مو□ کی زیر نگرانی بروئے کار لایا جارہا ہے۔ عیسائیت اور یہودیت کا جدیدیت سے اختلاف کل کا کل سے اختلاف □ اور مسیحی جدیدیت اور یہودی جدیدیت کی تشکیل کے بعد یہ کل کا کل سے اختلاف نہ رہا بلکہ جدیدیت کے سائبان □ ان مذاہب کی حیثیت بھی حریف جدیدیتوں (CONTENDING MODERNITIES) کی □گئی۔ یہ مذاہب ا□ واحد حامل حق □نے کے دعوے سے دستبردار □نے اور جدیدیت کے بنیادی وجودی اور تہذیبی قضایا سے ا□ق کے بعد، اظہارِ اختلاف کو جدیدیت کی شرائط پر سامنے لاتے ہیں۔ ایک کلی ورلڈ ویو اگر ایک CONTENDING MODERNITIES پر فائز المرام □جائے تو یہ امید کی جاسکتی ہے کہ کل یہ CONSENDING MODERNITIES بن جائے گا، اور یہی جدیدیت کی فتح ہے۔ اسلام کے حوالے سے جدیدیت کو کئی ایک مسائل کا سامنا ہے، جو علم اور مغربی سیاست میں معلوم ہیں۔

اگر جناب ابراہیم مو□ کی دردمندانہ 'مساعی علمیہ' سے اسلام بھی ایک CONTENDING MODERNITIES کا شرف حاصل کرلے تو اسلام کو بھی عیسائیت اور یہودیت کی طرح جدیدیت کا PET (پالتو) بنایا جاسکتا ہے، اور اس کے حاملِ حق □ نے کے دعوے سے رستگاری کا خواب شرمندۂ تعبیر □سکتا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک اسلامی جدیدیت کے لیے جناب ابراہیم مو□ کی جن خدمات کا تذکرہ کرتی ہے، ان کا اول و آخر یہی مقصد ہے۔ استعماری جدیدیت کے سائبان □ اسلامی جدیدیت کا سفر آقائے سرسیّد کی نگرانی اور رہنمائی میں شروع □ا□ اور مدرسہ ڈسکورسز ہماری شکست تہذیب کے سفر کا ایک اگلا پڑاؤ ہے۔ لیکن اس پڑاؤ سے منزل نظر آنا شروع □گئی ہے کیونکہ اب سائبان امریکی ہے اور علمی، ثقافتی اور تہذیبی وسائل بے پایاں ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کی کبریت احمر یہی اسلامی جدیدیت ہے، اور جس کے حصول کو جناب ابراہیم مو□ نے خانہ زاد □دوں اور سواروں کی بڑی □اد کے □ون سے زیادہ منظّم اور نتیجہ□ بنادیا ہے۔ اسلامی جدیدیت کی تشکیل کے بعد اس کو بھی مسیحی اور یہودی جدیدیتوں کے پہلو بہ پہلو، اور مغربی جدیدیت کے سائبان □ ،حریف (CONTENDING) جدیدیتوں میں شمولیت کا شرف حاصل □جائے گا۔ جدیدیت اور اسلام میں جو حق و باطل کا □دو اختلاف ہے، اس کا خا□ ایک قابل حصول مقصد کے طور پر یقینی □جائے گا۔ اس کا سادہ مذہبی مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ حصر حق صرف ہدایت نہیں ہے، بلکہ ابوجہل کو ابوالحکم ماننے کے دلائل بھی یکساں مذہبی سچائی رکھتے ہیں۔ اس منصوبے کی تکمیل سے وہ خواب شاید پورا □جائے جو مغربی جدیدیت نے دو صدیاں قبل دیکھا □ اور جس کے حصول میں ہمارے کئی جدید اساطین بھی بدل و جاں معاون رہے ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی آمدِ ثانی

مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک کے مطابق جناب ابراہیم مو□ کے ساتھ کچھ دیگر احباب بھی ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے براہِ راست شاگردانہ تعلق رکھتے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کے علمی ایجنڈے کو دیکھنے کے بعد یہ کہنا قرین انصاف ہے کہ ا□ استاد محترم کی طرح یہ پروفیسر صاحبان بھی عملاً مغربی جدیدیت کو اسلام کا واحد معرف (SOLE DEFINER) بنانے کی تگ و دو میں زندگی

کھپائے □ ئے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز پاکستان میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی فا□ نہ آمدِ ثانی ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو اگر اسلامی جدیدیت کا ''عالمِ اعظم'' کہا جائے تو بے جا نہ □گا، کیونکہ وہ اسلامی جدیدیت کی تشکیل کے منصوبے کی سب سے بڑی علمی شخصیت ہیں۔ اسلامی جدیدیت کے علمبردار دیگر مفکرین کی حیثیت محض بے مغز کودکانِ جدیدیت کی ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز دراصل ڈاکٹر فضل الرحمٰن □ کی پیش کردہ اسلامی جدیدیت کو مسلم معاشروں میں فروغ دینے اور واحد اسلامی معروف (NORM) کے طور پر قائم کرنے کا منصوبہ ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی پوری تعبیر دین اسلامی جدیدیت کا نہایت ریڈیکل منصوبہ ہے، اور مدرسہ ڈسکورسز جدید سیاسی، معاشی اور ادارہ جاتی وسائل سے مسلم معاشروں میں □ اسی اسلامی جدیدیت کی NORMALIZATION کی عملی کاوش ہے۔ مغربی جدیدیت ا □ ''عملی پہلوؤں'' میں ایک خودکار NORMALIZATION کا طویل تاریخی پراسیث ر□ ہے اور جو بے مثل عالمگیر کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ عملی جدیدیت کے اس غیر معمولی بہاؤ میں اسلامی جدیدیت کے فکری منصوبے کی کامیابی کے امکانات وقت کے ساتھ قوی □ تے جا رہے ہیں، اور مدرسہ ڈسکورسز کا اگر کوئی 'پیغام' ہے تو یہی ہے۔

اس میں یہ دیکھنا اہم ہے کہ جب ڈاکٹر فضل الرحمٰن ا□ زندگی میں اسلامی جدیدیت کا منصوبہ لے کر اس کے نفوذ و نفاذ کے لیے پاکستان تشریف لائے تھے تو مزاحمت کی نو □ کیا تھی، اور اب کی صورت حال ہے؟ اس سے کم از کم دو نتائج ضرور اَخذ کیے جا سکتے ہیں کہ روایت کو سربلند رکھنے اور مغربی جدیدیت کے زیر سایہ □ اشدہ اسلامی جدیدیت کو چیلنج کرنے والی مذہبی قوتیں فی زمانہ قریب المرگ ہیں۔ گزشتہ صدیوں میں جدیدیت کے روبرو ہمارے علما نے جو جعلی علمی موقف اختیار کیے رکھے وہ اب گوالے کے ملاوٹی پانی کی طرح سیلاب کے ساتھ ہیں یا خس و خاشاک ہیں۔ فی الوقت ہمارے مذہبی علما کا اخلاقی دامن اور علمی ذ □ دونوں خالی ہیں، اور انہیں آرام کا مشورہ دینا چاہیے اور دیندار نوجوانوں کو جانکاہ محنت کے لیے آگے بڑھنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ اب مسلم ذ □ اسلامی جدیدیت کو □ یری سمجھ کر اس کے آگے □ انداز □ چکا ہے اور ترکِ اسلام کے علمی اسالیب سے سمجھوتہ کر چکا ہے۔ روایتی مذہبی حلقوں کی طرف سے مدرسہ ڈسکورسز کے بارے میں جس طرح کے خیالات کا اظہار کیا گیا وہ نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ شرمناک ذہنی پسماندگی اور

علمی فلاکت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ اقبال نے تو تہذیبی 'مے خانوں' کے بند□ نے کا نوحہ کیا□، اب ایسا لگتا ہے کہ ان 'مے خانوں' کی کوئی اینٹ بھی باقی نہیں ر□۔

روایت اور تاریخ

وٹگنسٹائن کے منشورِ فکر کے تتبع میں مدرسہ ڈسکورسز کی طرف سے روایت کو متفرق، سب رنگ اور مکسر ریشوں سے بنی رسی قرار دینا اس وقت آسان □جاتا ہے جب یہ گردن پہ لپٹ چکی □اور اس سے گلوخلاصی کے لیے استعماری سرجری ضروری □گئی □۔ اللہ کی رسی ہاتھ سے چھوٹ جائے تو روایت اینا کونڈا (ANACONDA) بن جاتی ہے، اور مدرسہ ڈسکورسز جیسے منصوبے اس سے رستگاری کے لیے SOS کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز بنیادی طور پر تاریخ کی شرائط پر ہدایت میں قطع و برید کا منصوبہ ہے۔ ''تاریخ کی شرائط'' سے مراد تاریخیت HISTORICISM ہے، اور یہ نظریہ سماجی سائنسز کی بنیاد پر نہ صرف اصالتِ دین کا قطعی مختلف ادراک رکھتا ہے، بلکہ عصر حاضر میں اس کی معنویت و اطلاق کو بھی جڑ بنیاد میں□ یل کر دیتا ہے۔ تاریخیت کو علمی اصول مان لینے کے بعد دین کو ماننا محض تکلف ہے۔ یاد رہے کہ تاریخیت کا مطلب تاریخ میں ہر لحظہ ظاہر□ نے والی□ یلی نہیں ہے یا مطالعہ تاریخ میں دلچسپی نہیں ہے جس کی طرف مدرسہ ڈسکورسز کے کچھ شرکا نے اشارہ کیا ہے، بلکہ یہ ایک علمی اور تعبیری اصول ہے، جس کو دیکھنا ضروری ہے۔ بہت مختصراً عرض ہے کہ تاریخ کے بارے میں بست (CLOSED) و کشاد (OPEN) کے دو بنیادی موقف ہیں۔ مذہبی آدمی عقیدے کی بنا پر ماورا کا ایسا دھیان رکھتا ہے کہ وہ بستِ تاریخ کو قبول نہیں کر سکتا۔ مغرب میں مذہب کی ہزیمت کے بعد عینیت پسندی کے نظریات اور جدیدیت کے مہابیانیوں نے کشادِ تاریخ کے□ رات کو زندہ رکھنے کی کوشش کی، لیکن بیسیوں صدی کے آغاز تک وہ متزلزل □گئے اور اسی صدی کے اواخر تک مابعد جدیدیت کی طرف سے کشادِ تاریخ کے□ رکو باقی رکھنا ممکن نہ رہا۔ مذہب/وحی کے انکار کے بعد تاریخ اور معاشرے کے بارے میں GRAND THEORIES کشادِ تاریخ کو باقی رکھنے کی ناکام کوششیں ر□ ہیں۔ ایسی تاریخ کا □ رجو کسی جانب کوئی روزن نہیں رکھتی، خودمختار عقل اور اس کے حامل انسان کی فطری □یر ہے۔ تاریخیت HISTORICISM کے□م□رات

POST-METAPHYSICAL HISTORY کے ادراک سے □ا□ئے ہیں، اور جو ا□ بستِ تاریخ ہے۔ بستِ تاریخ کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ سے ماورا کوئی آئیڈیا، حقیقت یا ہستی ایسی نہیں ہے جو تاریخ اور اس میں محبوس انسان سے متعلق □ یا اس پر اثر انداز □ سکتی □۔ اگر بست تاریخ کو قبول کر لیا جائے، تو انسان اور دنیا کو دیکھنے کا انداز بدیہی طور پر بدل جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ عینیت پسند نظریات اور جدیدیت کے مہابیانیے بستِ تاریخ کے تسلط اور شعور کے انہدام کے روبرو مزاحمت کی غیر معمولی داستان ہے جو مغربی انسان نے رقم کی ہے۔ مہابیانیوں کا خا□ا□ بست تاریخ کی آمد کا اعلان ہے، یعنی POST-METAPHYSICAL HISTORY کی آمد کا منظر ہے۔ بست تاریخ (HISTORY AS CLOSED ENTITY) کا □ رغیر عقلی، ارادی اور وجودی ہے، اور فی زمانہ اسے ایک اصل الاصول کی حیثیت حاصل □ گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں اس کا مطلب انسانی شعور کا حتمی انہدام اور عمل کا کلی غلبہ ہے۔ انسانی شعور کے انہدام کے ساتھ □ عینیت پسندی کے نظریات اور مہابیانیے سب غیر اہم □ جاتے ہیں، اور مابعد جدیدیت اسی صورت حال کو ظاہر کرتی ہے۔ بست تاریخ کا □ ر مذہبی عقیدے سے براہِ راست متصادم اور HISTORICISM کی بنیاد ہے۔ اسلامی جدیدیت، HISTORICISIM (تاریخیت) کو قبول کیے بغیر ممکن نہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کے حاملین پر تاریخیت کے غلبے کی وجہ سے یہ بعید نہیں کہ چند سالوں تک ''ابوالحکم کے اسلامی کارنامے'' جیسے ماڈیولز (MODULES) بھی اسلامی جدیدیت کے بنیادی نصاب کے طور پر متعارف کرا دیے جائیں۔ العیاذ باللہ۔ یہ امر کہ ہیومن کنڈیشن یا احوالِ ہستی مستقل ہیں، اور تاریخ مسلسل بدل ر□ ہے، دو مختلف چیزیں ہیں۔ انسانی معاشرے اور تاریخ میں □ یلی کا انکار غیر انسانی ہے اور اس کے شعور پر مترتب اثرات سے انکار ہٹ دھرمی ہے۔ لیکن تاریخ کو انسانی ہستی کے اصل الاصول کے طور پر قبول یا تسلیم کرنا مذہبی عقیدے کی نفی ہے۔ اسلامی جدیدیت تاریخ کے بارے میں بنیادی ادارک کی □ یلی کے بغیر □ انہیں □ سکتی۔ ہدایت راکبِ ایام ہے مرکبِ ایام نہیں۔ اگر تاریخ کو ہدایت کی تعبیر میں اصل الاصول کے طور پر تسلیم کر لیا جائے تو معاشرے سے مذہب کا خا□ ایک یقینی ہدف کے طور پر زیرِ عمل لایا جا سکتا ہے، اور جدیدیت کے انسانی زندگی کے واحد

معرف بن جانے کے حقیقی امکانات □ا□ جاتے ہیں۔ جناب ابراہیم مل□ اور دیگر متجدّ دین تاریخ کی □اکردہ□ یلیوں کو اصل الاصول قرار دے کر مذہب کے تعبیری مؤثرات میں مرکزی جگہ دے چکے ہیں، اگرچہ ہینڈ بک میں اس کی سُریں ابھی دھیمی ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کا توشۂ سوالات اور کشکولِ جوابات

زیرِ جدیدیت انسانی تاریخ میں غیر معمولی علم کا ظہور اور غیر معمولی واقعاتی □ یلیاں ایک بدیہی امر ہے۔ ان جدید مظاہر کی درست یا جائز تفہیم کی عدمِ فراہمی اور ہدایت سے ان کی نسبتوں میں فکری خلفشار کی وجہ سے ہمیں موجودہ صورت□ل کا سامنا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک میں دیے گئے سوالات اسلامی جدیدیت کی تہہ میں پوری قوت سے کارفرما تاریخیت زدہ شعور کے عکاس ہیں۔ یہ شعور مکمل طور پر کولونائزڈ (مستعمر) ہے اور جدیدیت کے □اکردہ افکار و احوال اور اس کی □اکردہ دنیا پر سوال اُٹھانے کی کوئی انسانی استعداد، فکری صلاحیت اور اخلاقی حمیت نہیں رکھتا۔ مدرسہ ڈسکورسز میں سرمائے اور طاقت کی حرکیات چونکہ فیصلہ کن عامل کے طور پر داخل ہے، اس لیے سوالوں کی لوکال (LOCALE) کٹہرا ہے اور ان کی نو□ تفتیشی ہے۔ سوالات صرف اسلام پر، دینی روایت پر اور مسلم معاشروں کے بچے کچے اداروں پر اٹھائے جاسکتے ہیں اور ان کے جوابات صرف جدیدیت کے□ ظر اور اس کے □اکردہ فکری وسائل میں رہتے □ئے دیے جاسکتے ہیں۔ یعنی ''اسلام کا محاسبہ اور یورپ سے درگزر'' کوئی شاعرانہ بات نہیں، جدید مغربی جامعات کا علمی طریقہ کار اور مدرسہ ڈسکورسز کی اساسی منہج ہے۔ اسلامی جدیدیت، استشراق کی دروں کاری ہے، اور اس کے سوالات کی نو□ علمی سے زیادہ ہمیشہ تفتیشی ر□ ہے۔ سوالات کی تفتیشی نو□ □ کی وجہ سے APOLOGETICA □ا□تی ہے، جو محکوموں کے علمی ڈسکورس کا نام ہے۔ APOLOGETICA سیاسی غلبے کی صورت حال میں، اس غلبے کی شرائط پر محکوم معاشرے کے علم کی تشکیل نو ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز ا□ انہی معذرت خواہانہ علوم کو ہمارے اصل علم کے طور پر پیش کرنے کے نئے مرحلے کا آغاز ہے۔ اس کام کے لیے ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے بہتر بھلا کون آدمی □سکتا ہے؟ وہ اس پورے منصوبے کے PATRON SAINT ہیں۔

مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک میں سولات کی تین فہرستیں ہیں دی گئی ہیں جن کو دیکھنا

ضروری ہے۔ ان سولات کی حیثیت 'امتحانی' تیاری کا منہج متعین کرنے جیسی ہے۔ ایک فہرست 'مرکزی' سوالات کی ہے، دوسری سائنسی سوالات کی ہے، اور بیچارے علم الکلام پر صرف ایک □ سوال ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان سوالات کی اہمیت سے انکار نہیں، اور □ڑے بہت فرق کے ساتھ یہ و□ سوالات ہیں جو استعماری جدیدیت کی آمد کے بعد سے اسلامی روایت اور تہذیب پر مسلسل اٹھائے جاتے رہے ہیں۔ ان سوالات کے اہم، بنیادی اور جواب طلب □نے سے انکار ہٹ دھرمی □گی۔ لیکن ان سوالات کے تہذیبی سیاق وسباق کو منہا کرنا اِستِشراقی تتبّع میں مدرسہ ڈسکورسز کی بنیادی پالیسی ہے۔ ان سوالات کو دیکھ کر یہ امر بالکل واضح □جاتا ہے کہ ان کی حیثیت تانگے میں جتے گھوڑے کی آنکھوں پر چڑھے نیم کھوپوں جیسی ہے جو گھوڑے کے احاطہ بصارت (FIELD OF VISION) اور مقصد بصارت کو متعین کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گھوڑے کی بصارت کام نہیں کرر□، اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی بصارت پورا کام کرر□ ہے ان نیم کھوپوں کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے کی بصارت اس کے ا□ لیے نہیں بلکہ تانگے کے لیے کام کرے۔ مدرسہ ڈسکورسز کے شرکا کے□ باقی مکشوفات پڑھ کر بخوبی اندازہ □جاتا ہے کہ محدود بصارت کیسے کام کرتی ہے، اور نوٹرے ڈیم والوں کی بصیرت کس قدر گہری ہے۔ ڈسکورس کا مطلب حریت شعور میں کی گئی علمی سرگرمی نہیں □تا۔ ڈسکورس کا مطلب طاقت اور سرمائے کی □یدات اور اہداف پر کی گئی علمی سرگرمی ہے۔ ڈسکورس ا□ ایسے □مبحث اور مکالمے کا نام ہے جو سیاسی طاقت کی فوری ضروریات کے □ ،اسی کے معاشی وسائل سے، اسی کے طے کردہ یک طرفہ تفتیشی سوالات پر، اسی کی زیرنگاہ واقع □تا ہے اور شام کو رپورٹ داخل کرانا بھی ضروری □تا ہے۔ جناب ابراہیم مo نے جو رپورٹ داخل کرائی ہے، وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔ لیکن کیا ہم یہ پوچھ سکتے ہیں کہ جناب ابراہیم مo کے لیے رپورٹ داخل کرانا کیوں ضروری ہے؟ اس لیے کہ علم 'دفتری' کام بن جائے تو رپورٹ داخل کرانا ضروری □تا ہے۔ 'دفتر' جدید طاقت کی تشکیل □ کا ایک نام ہے، اور ہر 'دفتری' چیز طاقت اور سرمائے کی حرکیات کا حصہ□تی ہے۔

مدرسہ ڈسکورسز کے سوالات جس تہذیبی INTERFACE پر اُٹھائے گئے ہیں، اس پر دو اُمور پہلے سے طے شدہ ہیں ایک یہ کہ سوالات کی نو □ ایسی □جو مباحث یا ڈسکورسز میں

ڈھلتے □ طالب علم کی انفرادی، فکری اور تہذیبی صورت حال کی NORMALIZATION کو ممکن بنادے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی تہذیب، اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں جو متداول اور غالب فکری موقف رکھتی ہے، اس کو علمی طور پر نہ صرف مسلمانوں کے لیے قابل قبول بنادیا جائے اور اسلام کی تعبیر میں بھی فیصلہ کن عامل کی حیثیت دے دی جائے، بلکہ مسلمان اسے واحد علم سمجھ کر اس کے فروغ کا کام بھی ا□ ذمہ لے لیں۔ دوم یہ کہ سوالات کی نو□ ایسی □ جس میں جدیدیت کی حیثیت NORMATIVE□، اور وہ خود مرکزی تو خیر کیا، ضمنی سوالات کا موضوع بھی نہ□۔ چونکہ مقصود اسلامی جدیدیت کی تشکیل ہے، اس لیے جدیدیت کو علمی معروف اور حق کا معرف تسلیم کرنے کے بعد سوالات اسلام پر□ اٹھائے جاسکتے ہیں۔ غلبے کا مطلب یہ ہے کہ جدیدیت، عمل میں مستحکم ہے لیکن غلبے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جدیدیت ا□ عملی استحکام کی طرح کوئی فکری استحکام بھی رکھتی ہے۔ جدیدیت اور اس کی □اکردہ تہذیب پر سوالات کو مدرسہ ڈسکورسز میں شامل نہ کرنا ایجنڈے کے□ ہے۔ اس صورت حال کی ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے متجددین کے ہا□ں میں اب کوئی کشکول بھی نہیں رہا□، اس لیے ''مدرسہ ڈسکورسز'' کا درآمد شدہ کشکول بھی ان کے ہا□ں میں تھما دیا گیا ہے۔

جدیدیت اور اسلام: چند گزارشات

مدرسہ ڈسکورسز کے تہذیبی پس منظر کے حوالے سے ایک دو باتیں عرض کرنا ضروری ہے۔ گزارش ہے کہ ہمارے لیے اٹھارھویں صدی کا یا کلپ کی صدی ہے جس میں زوال، تہذیبی خلفشار اور استعمار نے مسلم معاشروں کو ا□ گرفت میں لینا شروع کیا۔ یہ ایک طویل عمل□ جس کے بیسیوں پہلوؤں کو دیکھنا ضروری ہے، لیکن اس میں تین پہلو زیادہ اہم ہیں:

(الف) مخاصمانہ بدلتے □ئے حالات کے دباؤ میں دینی روایت اور ہدایت کی معنویت از سرنو ''سمجھنے'' کا آغاز □ا، اور اس میں داخلی اور خارجی دونوں طرح کے اہل علم شامل تھے۔ داخلی طور پر اس سرگرمی کے سب سے بڑے اور اوّلین نمائندے حضرت شاہ ولی اللہؒ ہیں۔ دین کو ''سمجھنے'' کی علمی سرگرمی کا فوری نتیجہ ہمارے ہاں حنفی وہابی کے شدید مناقشے کی صورت میں سامنے آیا، اور سن 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد دین کو ''سمجھنے'' کا عمل مناقشے اور فرقہ واریت کا ایک

مستقل سیلاب بن کر مسلم شعور اور معاشرے پر مسلط □گیا۔ انیسویں صدی کے اوائل سے اہل استعمار بھی اِستشراق اور دیگر کئی عنوانات سے اس سرگرمی میں شریک □گئے۔ اس داخلی اور خارجی علمی سرگرمی کا بنیادی سوال یہ□ کہ ''اسلام کیا ہے؟'' مسلم معاشرہ ''سمجھنے'' کے کام میں ایسا جتا کہ ہدایت کی بدیہی معلومیت اور اس کے دوٹوک مطالبات طاق نسیاں میں پڑے گرد □گئے۔ ''سمجھے'' کے عمل نے دینی اور دنیوی طور پر ہمیں جہاں پہنچا دیا ہے اب تو ہمیں اس کی بھی کوئی ''سمجھ'' نہیں آتی۔ ہماری موجودہ صورت حال میں گزشتہ دوسو سالہ حاصلاتِ فہم کا براہ راست دخل ہے اور یہ عجیب تر ہے کہ ہم شرمندہ□ نے کی بجائے ان پر فخر کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ ''سمجھنے (UNERSTANDING)'' کی سرگرمی میں فیصلہ کن عامل تاریخ □تی ہے، اور ''سمجھے'' کے عمل میں ماورائے تاریخ کوئی عنصر باقی نہیں رہ سکتا۔ ''سمجھنے'' کی سرگرمی ایمانی محتویات کو HISTORICIZE اور POSITIVEZE کرنے اور انسانی شعور کی شرائط تاریخ پر تشکیل کا نام ہے۔ ہمارے ہاں ''سمجھنے'' کی سرگرمی زیادہ تر ایمانیات اور سیاسیات کے دوموضوعات پر مرتکز□ ہے۔ داخلی اور خارجی طور پر ''سمجھنے'' کی اس سرگرمی کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ سوائے عبادات کے کسی بھی شعبے میں اسلام کی کوئی تہذیبی معنویت باقی نہیں ر□، اور یہ ایک ذاتی اور موضوعی (SUBJECTIVE) فہم کے طور پر یقیناً باقی ہے۔ انتشار کی اس صورت حال میں مدرسہ ڈسکورسز اسلام کی مغرب پسند کسری تفہیمات کو ایک تہذیبی معنویت دینے کا منصوبہ ہے۔

(ب) ہماری گزشتہ دوسو سالہ علمی تاریخ میں ایک سوال غیر حاضر ہے کہ جن داخلی اور خارجی تاریخی حالات میں ''اسلام کیا ہے؟'' کا سوال □ا□ا ہے، وہ کیا ہیں؟ داخلی حالات میں زوال کی ''فہم'' ضروری تھی، اور وہ ''فہم'' آج تک چند ایک □یری اور اخلاقی بیانات سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ زوال سے □اشدہ اختلالِ حواس میں ہم نے یہ بھی فرض کر لیا□ کہ دین کا درست ''فہم'' کھو گیا ہے، اور اسی باعث دین سے وابستگی میں کمزوری در آئی ہے، اور دین سے کمزور وابستگی ہمارے زوال کا سبب ہے۔ ''فہم دین'' کے کارخانے ایسے چلے کہ اب ان کا خام مال □نایاب □گیا ہے۔ ہر چیز ''فہم'' کی چھانن سے گزر کر دھول بن چکی۔ ''فہم'' کی اس گرم بازاری کے

باوجود ہم یہ نہ ''سمجھ'' سکے کہ زوال کوئی مذہبی مسئلہ نہیں، بلکہ تہذیبی اور تاریخی مسئلہ ہے اور دنیا کی ہر تہذیب کو درپیش رہا ہے، اور اسے انہی شرائط پر دیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے۔

خارجی حالات میں اہم سوال یہ کہ ''جدیدیت اور فکر میں اور اور عمل میں کیا ہے؟'' ''جدید علوم'' کے زیرعنوان کسی حد تک اس موضوع پر گفتگو کی کوشش ہوئی ہے، لیکن وہ محض مضحکہ ہے، اور یہ صورت حال آج تک چلی آتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اکبرالہ آبادی نے ''جدیدیت بطور استعماری کلچر'' کو اور اقبال نے ''مغرب بطور تہذیبی فکر'' کو اور شاعری کا موضوع بنایا اور دونوں اور جدیدیت کے سوال کو ایڈریس کررہے ہیں۔ لیکن دونوں نے ثقہ علمی روایت کی عدمِ موجودگی میں شاعری کو بطور ٹول استعمال کیا۔ افسوس کہ اور روایت کو ''سمجھنے'' کے عمل میں جو علوم اور ائے، وہ اس قدر ردی اور جعلی تھے کہ ان میں مدرسہ ڈسکورسز کی طرح کوئی نیوٹرل علمی سوال جگہ نہیں پاسکتا، اور سوالات صرف اسلام پر اٹھائے جاسکتے تھے۔ سیاسی غلامی میں اور نے والے ہمارے داخلی علوم جدیدیت کے کسی بھی نظری اور عملی پہلو پر سوالات کی ذرہ بھر گنجائش بھی انہ کرسکے۔ حیرت ہے کہ تاریخی بے کی بدیہیات بھی ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ مدرسہ ڈسکورسز ہمارے تہذیبی انتشار کی اس صورت حال میں مغرب کے سیاسی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کا نیا عنوان ہے۔ مضمون و پرانا ہے۔

(ج) جدید علوم تاریخ کو صرف سلسلۂ واقعات کے طور پر نہیں دیکھتے، بلکہ اس کی ایک نظری اور تعبیری معنویت کو سامنے لاتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں گزشتہ دوسو سال میں تاریخ کی یلی کا اِدراک بدیہی اور چند ایک اور زیادہ تر غیر متعلق اخلاقی قضایا تک محدود ہے۔ تاریخ کا بدیہی اور اخلاقی ادراک ہمارے مذہبی متون کی تعبیر میں اصولِ اوّل کی حیثیت اختیار کرچکا ہے۔ مدرسہ ڈسکورسز اس صورت حال کو منضبط کرنے اور مذہبی متون کو جدید تاریخی مؤثرات کے تابع کردینے کا منصوبہ ہے تاکہ ہدایت کی خودمختار حیثیت کو عملاً ختم کیا جاسکے۔

جدیدیت اور اسلام: کچھ فراموش سوالات

گزارش ہے کہ جدیدیت اور اسلام کے حوالے مندرجہ ذیل سوالات کو زیر بحث لانا ضروری ہے:

1۔ کیا اسلام اور جدیدیت ا□ اساسی بیانات میں باہم متفق ہیں؟ اگر ''ہاں'' تو اس ا□ق کی تفصیل کیا ہے؟ اور اگر ''نہیں'' تو □ داور□لف کی نو □ کیا ہے؟

2۔ شعورِ انسانی، حیاتِ انسانی اور کائنات کے آغاز و انجام کے انتہائی اساسی موقف میں جدیدیت اور اسلام بالکل متضاد اور باہم یک نگر (MUTUALLY EXCLUSIVE) موقف رکھتے ہیں۔ اسلامی جدیدیت کی تشکیل میں ان کو نظر انداز کرنے کے مقاصد کیا ہیں؟

3۔ تہذیبوں اور معاشروں میں□مل اور لین دین تاریخی معمول رہا ہے لیکن کوئی تہذیب ا□ اساسی □رات دوسری تہذیب سے مستعار نہیں لیتی۔ موجودہ صورت حال میں جدیدیت ایک عالمگیر تہذیب بن چکی ہے، اور روایتی تہذیبیں ا□ بچی کھچی فکر اور ہیئتوں کے ساتھ جدیدیت کی بنائی□ئی دنیا میں بقا کی جنگ لڑ□ ہیں۔ جدیدیت کی عالمگیریت کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اب کوئی تہذیب ا□ اساسی اصولوں پر بھی باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی بڑی مثال جدید چین ہے جس کے اساسی تہذیبی اصول بھی جدیدیت سے حاصل □ئے ہیں۔ ہمیں یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نے اسلام کو ا□ اساسِ تہذیب کے طور پر باقی رکھنا یا جدیدیت کو ا□ مکمل تہذیبی اساس کے طور پر اختیار کرنا؟ مدرسہ ڈسکورسز کے زیر اہتمام اسلامی جدیدیت کا منصوبہ اسلام کو تہذیبی اساس کے طور پر ختم کرنے کا منصوبہ ہے۔ کیا ہم اسلام سے رستگاری (EMANCIPATION) کا شعوری فیصلہ کر چکے ہیں؟

4۔ اس بات کا امکان ہے کہ متجددین مغربی جدیدیت کے ہمارے بیان کو نادرست سمجھتے □ں اور یہ الزام رکھتے □ں کہ ہم جدیدیت کی طرف غلط موقف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن رستگاری (EMANCIPATION) اور عقلِ خود مختار مغربی جدیدیت کے لاینفک اجزا ہیں۔ ان دو □رات کو اسلامی جدیدیت میں کن اصولوں کے □ شامل کیا گیا ہے اور وہ اصول کیا ہیں؟

5۔ جدیدیت او□ یک□یر کی رستگاری (EMANCIPATION) ارادی ہے، اور یہ دیکھنا مشکل نہیں کہ یہ رستگاری کس چیز سے ہے۔ ارادی □نے سے ظاہر ہے کہ یہ ا□ موقف کے علمی دلائل نہیں رکھتی، اور□م علمی تشکیلات اور استدلالات اس بنیادی مفروضے تک پہنچاتے نہیں ہیں، اس سے □ٹتے ہیں۔ مدرسہ ڈسکورسز کی اسلامی جدیدیت ان مبادیات کو

PROBLEMATIZE کرنے کے کیا فکری وسائل رکھتی ہے؟

6۔ جدیدیت کی پوری نظری اور عملی تشکیل میں حق نامعلوم ہے، اور اعمال صالحہ غیر مطلوب ہیں، مدرسہ ڈسکورسز کی اسلامی جدیدیت کا فکری □ ہٗ نسب کیا ہے؟

7۔ مدرسہ ڈسکورسز کے شرکا استعمار اور اِستشراق پر بھی کوئی موقف رکھتے ہیں یا نہیں، اور اس کے منابع کیا ہیں؟

8۔ جیسا کہ معلوم و معروف ہے، مسیحی اور یہودی مذاہب کی نئی تشکیلات جدیدیت کی شرائط پر سامنے لائی گئی ہیں، اور □ و□ مقاصد اسلامی جدیدیت کے ذریعے حاصل کرنا مقصود ہے، اسلامی جدیدیت کی تشکیل پر روانہ □نے سے پہلے، کیا مدرسہ ڈسکورسز کے شرکا ان مذہبی جدیدیتوں کے نتائج مسلمانوں کے سامنے رکھ سکتے ہیں؟

9۔ اگر مدرسہ ڈسکورسز ایک علمی سرگرمی ہے اور سیاسی منصوبہ نہیں ہے تو سوالات صرف اسلام پر □ کیوں اٹھائے جارہے ہیں؟ اور جدیدیت کو ایک NORM کے طور پر کیوں متعارف کرایا جا رہا ہے؟ جدیدیت کو ایک HISTORICAL NORM سے ترفع دے کر ایک ONTOLOGICAL کا درجہ دینا علمی دیانت کے منافی ہے۔

سوالات کی یہ فہرست ظاہر ہے کہ غیر حتمی ہے، اور مدرسہ ڈسکورسز کی اسلامی جدیدیت کی علمی منہج اور تہذیبی مقصد پر علمی ضرورت کے □ مزید جائز سوالات اُٹھائے جاسکتے ہیں۔

''جدید'' علم الکلام اور جدید علوم

گزارش ہے کہ مذہب اور جدیدیت کے مابین مباحث میں علم الکلام کا ذکر اکثر کیا جاتا ہے۔ کئی حلقوں میں جدید علم الکلام کی تشکیل کی ضرورت اور نئے کلامی منصوبوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ معتزلہ، اشاعرہ وغیرہ کے اکادکا غیر سیاقی حوالے بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ متجددین اسلامی جدیدیت کی تشکیل، مذہب کو دی جانے والی رنگ برنگی تعبیری لگاموں اور مذہب کے محاصرے کے لیے نظری اور سائنسی علوم کی DEPLOYMENT کو بھی ''جدید علم الکلام'' قرار دیتے ہیں۔ اکثر مخلص اہل مذہب بھی اس شوق میں ہیں کہ موجودہ صورت حال میں ایک نئے علم الکلام کی ضرورت ہے اور ان کی طرف سے جو نئی تعبیرات سامنے آتی ہیں وہ مسائل کو سمجھنے

میں نہ صرف یہ کہ معاون نہیں □تیں بلکہ خلجان ذہنی میں اضافہ کرتی ہیں۔ ''جدید'' علم الکلام کی بات کرتے □ئے ہمیں ا□ مطلق علمی زبوں حالی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اگر کسی ٹھیٹھ علمی معیار پر مذہب کا دفاع کیا جائے تو تعلیم یافتہ مذہبی آدمی کو بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ بات مذہب کے خلاف □ر□ ہے یا مذہب کے حق میں؟ ایسی صورت حال میں مدرسہ ڈسکورسز نے چند ایک بنیادی باتوں کے ارادی اغماض سے، اور علم الکلام کی مجرد ضرورت کا ادراک کرتے □ئے نہایت چالاکی سے اس □ رکو APPROPRIATE کیا ہے تاکہ داخلی وسائل کو بھی مذہب اور روایت کے خلاف استعمال کیا جاسکتے۔

''جدید'' علم الکلام کی بحث میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

1۔ کلاسیکل اور جدید علم الکلام کے تہذیبی پس منظر کو نظر انداز کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ سیاسی طاقت کی حاضر و موجود صورت حال علمی سرگرمی پر لازماً اثر انداز □تی ہے۔ کلاسیکل علم الکلام دورِ عروج میں سامنے آنے والے ایک بڑے چیلنج کا جواب (RESPONSE) □۔ دورِ زوال میں شکست خوردہ معاشرہ جواب (RESPONSE) کے امکانات سے خالی □تا ہے کیونکہ علم اور عمل کی صرف دو صورتیں، یعنی مداہنت یا مزاحمت □ممکن □تی ہیں۔ جدید علم الکلام دور زوال میں سامنے آنے والی مداہنت ہے، اور شکست کی علمی تشکیل ہے۔

2۔ جدید علم الکلام میں 'تاریخ' ایک تعبیری ترکیب (HERMENEUTICAL DEVICE) ہے جس کا براہ راست مقصد مذہب اور روایت کو ادھیڑنا ہے اور زمانی مؤثرات کے تابع کرنا ہے۔

3۔ کلاسیکل علم الکلام مذہب کی روایتی شناخت اور ساخت کو باقی رکھنے کی مستقل اور بھرپور کوشش تھی۔ کلاسیکل علم الکلام، یونانی فلسفیانہ علوم میں مذہب مخالف عناصر کا بہت گہرا تہذیبی شعور سامنے لایا □، مثلاً علم اور وحی کے مابین وحی کی اوّلیت و حاکمیّت، عقل کے مواقف، شعور اور وجود کی فکری نسبتیں، عقیدے کو نظری بنانے کا ردّ اور اس جوابات (RESPONSES)، یونانی علوم کی تعبیری تزویرات کا ردّ، یونانی تہذیب اور اس کے فلسفیانہ علوم کو NORM تسلیم کرنے سے انکار وغیرہ۔ جدید علم الکلام تہذیبی سطح پر علمی مکالمے کی بنیادی شرائط □ سے ناواقف ہے، اور استعماری جدیدیت کے علمی معروفات کو مذہب پر لادتے چلے جانے کا نام ہے۔

مثلاً تاریخیت (HISTORICISM) □ کو لیجیے۔ جدید علم الکلام اس پر کوئی سوال اٹھانے کی حمیت اور سکت نہیں رکھتا، بلکہ یہ اس کے معروفات کو تعبیری عجلت میں مذہب پر وار کرنے کو □علمی سرگرمی خیال کرتا ہے۔

4۔ زوال تہذیبی ادراک کے دھندلانے اور اجتماعی عمل کے غیر نتیجہ□□نے کی حالت ہے، یعنی زوال اجتماعی شعور اور اجتماعی عمل کی ایک خاص صورت حال کا نام ہے، اور جو ناگزیر طور پر شکست میں ظاہر□تی ہے۔ زوال بیک آن تاریخ کا سیاسی کھلونا بننے اور ا□ بنیادی متون کو تعبیری بازیچہ بنانے کی حالت ہے۔ ایسی تہذیبی فضا میں شعور ایک نابینا کی طرح غیر تہذیب سے عینیت کا راستہ ٹٹولتا ہے، اور اجتماعی عمل تطبیق کی ڈگمگاہٹ اختیار کرتا ہے۔ ہماری گزشتہ دوسو سالہ تاریخ کے یہ بنیادی مظاہر ہیں۔ جدید علم الکلام کی علمی منہج عینیت کی شرط پر تشکیل پائی ہے اور عملی منہج تطبیق کے اصول پر۔ مدرسہ ڈسکورسز اسی صورت حال کی FORMALIZATION ہے۔ جدید علم الکلام کی کل رسومیات عینیت اور تطبیق ہے۔

5۔ ہمارے ہاں اِحیا اور نشاۃ الثانیہ وغیرہ کی□م تر لغویات تہذیبی شکست کے عدمِ ادراک سے□ا□ئی ہیں۔ شکست کا تہذیبی ادراک مزاحمت□ا کرتا ہے۔ دورِ زوال میں ہمارے ہاں تاریخ کا ادراک صرف ''عروج کے کھو جانے'' کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ''عروج چلا گیا''، ہم یہ نہیں کہتے کہ ''شکست□گئی''۔ ہمارے ہاں ''عروج کے خاتمے'' کا معنی ''تہذیبی شکست'' نہیں ہے۔ اس کھوٹے ادراک سے ایک تہذیبی ناسٹیلجیا (NOSTALGIA) □ا□اجس نے ہمارے شعور و عمل کو ا□ لپیٹ میں لیے لیا اور ہم جلد□ احیا و نشاۃ الثانیہ کی لغویات کے طومار میں ڈوب گئے۔ تہذیبی ناسٹیلجیا جمالیاتی تخیل کے اظہار کا جائز دائرہ ہے، لیکن یہ کسی علمی تشکیل کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ ہمارے متداول علوم کے جعلی□نے کی سب سے بڑی دلیل□ یہ ہے کہ وہ اس ناسٹیلجیا سے□ا□ئے ہیں، اور تاریخ کو دیکھنے کی آنکھوں سے□محروم ہیں۔ ہمارے اختلال کی اس سے بڑی کوئی مثال نہیں□سکتی کہ تہذیبی ناسٹیلجیا کے جمالیاتی مظاہر کو قابل مذمت سمجھتے ہیں، اور ان احوال میں□ا شدہ ہفوات علم پر فخر کرتے ہیں۔ شکست کا تہذیبی ادراک حمیتِ شعور اور مزاحمتِ عمل کو باقی رکھتا ہے۔ جدید علم الکلام اسی ناسٹیلجیا کا

اظہار ہے اور علمی فریب کاری سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ شکست کا سامنا کرنے کا مذہبی اصول جہاد ہے، جسے علم اور عمل میں ایک ایسی تہذیبی مزاحمت کے طور پر سامنے لانے کی ضرورت ہے جس میں معاشرہ اور حکومت دونوں ایک ساتھ شریک □ں۔

6۔ متجدّ دین اور اسلامی جدیدیت کی منہجِ علم نے اِستشراق سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ دنیا کی کوئی علمی روایت داخلی □ دات سے خالی نہیں □تی، اور یہ کبھی اساسی نہیں □تے۔ یعنی جدلیات علم اور فکر میں جاری □تی ہے، ہدایت /اساسی ورلڈ ویو میں نہیں۔ تہذیب اور روایت کی داخلی جدلیات کا اصلی مقصود متفق علیہ ہدایت /ورلڈ ویو کو علم میں سامنے لانا □تا ہے۔ استشراق نے اسلامی تہذیب کی داخلی علمی اور نظری جدلیات کو ہدایت تک توسیع دینے کا کام کیا ہے، اور اسلامی جدیدیت نے اسی علمی اصول اور منہج کو اختیار کیا ہے۔ اسلامی جدیدیت نظری علم کی جدلیات کو ہدایت تک پھیلا کر اس میں نقب لگانے کا کام کرتی ہے، اور اس وقت بیسیوں اہل علم اسی کام میں جتے □ئے ہیں۔ ''جدید علم الکلام'' اِستشراق کے بدترین چربے کے علاوہ کچھ نہیں۔

7۔ ہمارے نزدیک جدیدیت یا مغرب کی درست تفہیم ایک جائز اور ضروری تہذیبی مقصد ہے، اور اس میں جدیدیت یا مغرب کی 'حقیقت' اور 'واقعیت' دونوں شامل ہیں۔ یہ ایک علمی مقصد ہے جو عمل کے لیے یقینی مضمرات رکھتا ہے، اور شعور کی حریت کے بغیر ناقابل حصول ہے۔ اس علمی کوشش کے ذرائع وآلات (TOOLS) معروف ہیں اور بآسانی دستیاب ہیں، اور جو فراہم نہیں ہیں انہیں تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ اس عمل میں مغرب یا جدیدیت سے غلط باتیں منسوب کرنا حصولِ مقصد میں رکاوٹ اور نہایت قابل مذمت ہے۔ یہ اپروچ خود ہمارے لیے مہلک ہے، اور مغرب کے غلبے اور مذہب کے خاتمے کو ایک امر واقعہ بنا دیتی ہے۔

یہ واضح رہے کہ جدیدیت شعور میں ارادی ہے اور عمل میں □یری ہے۔ اور جدیدیت کو دیکھنے کے مذہبی □ظر دو ہیں: ایمان اور عمل صالح۔ جدیدیت کے حق و باطل □نے کا فیصلہ ایمانی □ظر سے مشروط ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جدیدیت ا □ کل اور جزو میں باطل ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ایمانی □ظر میں جدیدیت کا اساسی ورلڈ ویو قطعی باطل ہے۔ اور جزو میں باطل □نے کا مطلب یہ ہے کہ جدیدیت عمل کی ایک غیر معمولی □یم کی حامل ہے، لیکن وہ قطعی

عمل صالح نہیں ہے۔اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے احباب فوراً مغربی معاشرے میں خیر کے مظاہر کی ہچکیانہ دلیل لائیں گے۔ یہ محض التباس ہے کیونکہ وہ اس 'عمل خیر' کی وجودیات سے بے خبر ہیں۔عصر حاضر میں عمل صالح کی بازیافت جدیدیت کے □یری پہلوؤں کی تنقیح کیے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے، اوراس پر گفتگو کا یہ محل نہیں۔اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم نے علم وعمل کا جوتوشہ عصر حاضر کے سامنے پیش کیا ہے، وہ محض شرمناک ہے۔اقبال نے شاید ایسے □کسی لمحے کی برافروختگی میں فرمایا□گا:

؎ زمانہ ا□ حوادث چھپا نہیں سکتا
تیرا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

نوٹ: افسوس کہ بوجوہ مدرسہ ڈسکورسز کے کئی اہم پہلوؤں پر گفتگو نہ کرسکا۔اس میں بہت اہم مدرسہ ڈسکورسز کی ہینڈ بک میں دیے گئے 'دیسی' اور 'غیر دیسی' شرکاء کے تاثرات کا □یہ ہے۔ دیانتدارانہ متنی□ یہ اس میں آباد جہانِ معنی کو کھول سکتا ہے۔ یہ تاثرات علمی سرگرمی میں اکثر کارفرما DISSONANCE OF PERCEPTIONS کو سمجھنے کا وقیع ذریعہ ہیں۔□ تاریخیت کو ایک تعبیری ترکیب (HERMENEUTICAL DEVICE) کے طور پر جس طرح مدرسہ ڈسکورسز میں سامنے لایا گیا ہے، اس کا□ یہ وقت کی ضرورت ہے۔ ہمارے متجددین نہایت نادان اور ادرک کی ایک گانٹھ کے پنساری ہیں۔اصل پنساری ڈاکٹر فضل الرحمٰن ہیں، اور وہ ہمارے متجدّدین کی مانند جعلساز نہیں ہیں۔ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے فکری منصوبے کے طور پر مدرسہ ڈسکورسز کا□ یہ تفصیل سے ضروری ہے۔مزید یہ کہ مدرسہ ڈسکورسز روایت کے جس□ ر پر کھڑا ہے اس کا□ یہ ا□ جگہ اہم ہے۔ مجھے امید ہے کہ اہل علم ان اہم علمی پہلوؤں کی طرف ضرور التفات فرمائیں گے۔واللہ اعلم بالصواب

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مختصر واقعات ہجرت سے حجۃ الوداع تک

ڈاکٹر ممتاز عمر
رکن سینٹ جامعہ کراچی

رہبر و رہنما مصطفےٰ مصطفےٰ ﷺ

میرے آقا حضرت محمد ﷺ کی ہستی ماہِ کامل کی مانند ہے۔ اسی نورِ سرمدی سے سارا عالم منور ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اسی نورِ ہدایت کے سمندر سے اٹھنے والی نسیم بحری بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہے اور □ یہ رم جھم خشک صحراؤں، چٹیل میدانوں، سنگلاخ چٹانوں اور بنجر زمین کو سیراب کرتی ہے تو جسم و روح اس کی آغوش میں آجایا کرتے ہیں اور قلب حزیں اس کے اثر کو قبول کر کے رب □ لیٰ اور نبی ختم المرتبت ﷺ کے عشق میں گم □ جاتا ہے اور جس نے اس راز کو پالیا وہ دنیا و آخرت میں سرخرو □ گیا۔

نبی محترم حضرت محمد ﷺ نے نبوت سے پہلے کے چالیس سال اور بعد از نبوت 23 سال کی زندگی میں شاہراہِ زندگی پر کامیابی کے سفر کا تعین فرمایا۔ جس کی بنیاد رب □ لیٰ کی خوشنودی اور اس کے بندوں کی فلاح و بہبود کو قرار دیا۔ زندگی کیسے گزارنی ہے۔ کسب و مصرف، باہمی اخوت و محبت، امانت و دیانت، پورا تول کھرا مول، مکر و فریب اور لالچ سے گریز، حسد و بغض سے اجتناب، عدل و انصاف ایسے کہ □ پرائے کی تمیز سے بالاتر، گویا کون سا ایسا پہلو ہے جو حیاتِ طیبہ سے رہنمائی نہ دیتا □ بلاشبہ قرآن کریم فرقانِ حمید نے آپ کو رحمت للعالمین کہہ کر اس مقام پر متعین کیا کہ زبان زدِ عام یہی □ ا کہ کوئی حد ہے ان کے عروج کی.....؟ صلوا علیہ وآلہ۔

19038 6703 Td (/E) 1 1 /R431 389 Tf -8.08

اسباب غصب کرنا شروع کر دیا جب ظلم وستم کی فریاد ابوجلیلہ تک پہنچی تو وہ ان کی مدد کو آیا اور یہود کو شکست دی۔ جس کے بعد یہود اخوت ومساوات کے □ اوس وخزرج کے ساتھ رہنے لگے۔ ازاں بعد اوس وخزرج کے مابین آتشِ جنگ بھڑکی جو ایک صدی سے زائد عرصے تک جاری ر□ جس کا خا□ سرورِ کائنات ﷺ کی آمد کے بعد □ا۔

یمنی حکمران □ تسخیر ممالک شرقیہ کے لیے نکلا تو اس کا گزر مدینہ سے □ا۔ جہاں وہ ا□ بیٹے کو خلیفہ بنا کر خود شام وعراق کی طرف روانہ □ا۔ یہاں کہ لوگوں نے اس کے بیٹے کو بدعہدی سے قتل کر دیا۔ جس کی اطلاع پا کر وہ واپس لوٹا اور یہ عہد کیا کہ وہ اس شہر کو□ ہ و برباد کر دے گا اس موقع پر ''یہود کے بعض علماء اس کے سامنے آئے اور کہا کہ یہ شہر حفاظتِ الٰہی میں محفوظ ہے اسے کوئی شخص برباد نہیں کر سکتا۔ ہم نے ا□ کتاب میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں اور اس کا نام طیبہ ہے۔ یہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا دارالہجرت ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے □ں گے آپ اس کی ویرانی کا خیال تک دل میں نہ لائیں اور ا□ ارادہ سے باز رہیں۔ □ اس بات کو سن کر ا□ خیال سے باز آیا''۔ (حوالہ: تاریخ مدینہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی) یہی نہیں، وہ علماء کی تعظیم کرنے لگا۔ اس نے ان کے رہنے بسنے اور آرام کا انتظام کیا اور خاتم النّبیین ﷺ کے لیے بھی ایک مکان تعمیر کرایا اور ایک کتاب بھی لکھی جس میں نبی محترم ﷺ کی رسالت کی گوا□ دی اور □اس کتاب کو ایک عالم کو دے کر کہا: ''اگر ان کے سامنے بعثت □ تو یہ کتاب پیش کی جائے۔'' آنحضرت ﷺ جب مدنہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا۔ یہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں اور اہل مدینہ میں جن لوگوں نے حضورِ اکرم ﷺ کی مدد اور اعانت کی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ ''وہ کتاب حضور ﷺ کی تشریف آوری کے زمانہ تک حضرت ابوایوب انصاری کے پاس موجود تھی اور انہوں نے یہ کتاب حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی''۔ (حوالہ بالا)

آمدِ مدینہ

نبی مکرم ﷺ کی مکہ سے روانگی کی اطلاع مدینہ آ چکی تھی۔ لوگ روزانہ صبح سے انتظار کرتے اور جب دھوپ شدید □تی تو □ جاتے ایک دن اسی طرح لوگ انتظار کے بعد واپس

جا چکے تھے کہ ایک یہودی کسی غرض سے ٹیلے پر چڑھا تو اسے ایک چھوٹا قافلہ آتا نظر آیا جسے پہچان کر وہ بلند آواز میں پکارا مدینہ والو! تمہیں جس محترم و مکرم ہستی کا انتظار□ وہ آر□ ہے۔ لوگ جوق در جوق استقبال کو دوڑے نعرۂ □یس بلند□ اور حضور اکرم ﷺ قباء میں تشریف فرما□ئے لوگ محبت و شوق کے ساتھ آپ کا دیدار کرتے □ئے ا□عقیدت نچھاور کر رہے تھے۔ یہاں ایک مسجد تعمیر□ئی جسے□ ئی پر قائم □نے والی مسجد کا اعزاز بخشا گیا۔ یہاں قیام کے بعد ''آپ ﷺ نے بنو النجار کو جو آپ ﷺ کے ماموؤں کا قبیلہ□، اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلواریں حمائل کیے حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے (ان کی معیت میں) مدینہ کا رخ کیا''۔ (الرحیق المختوم)

راہ میں نمازِ جمعہ ادا کی مدینہ میں داخل □ئے تو ہر طرف خوشیاں بکھری تھیں لوگ استقبال کو دوڑے آتے عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں تھیں۔ ا□ معزز مہمان کو ایک نظر دیکھ لینے کے لیے مرد بھی اونچی اونچی جگہوں پر چڑھ گئے تھے اور اس طرح خراجِ عقیدت پیش کر رہے تھے''۔ (محمد عربی ﷺ، از محمد عنایت اللہ سبحانی)

چھوٹی بچیاں دف بجا کر گا□ تھیں:

چودھویں کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا　　وداع کی گھاٹیوں سے
ہم پر خدا کا □ واجب ہے　　جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں
اے! ہم میں آنے والے!　　یہاں تیری باتیں سنی جائیں گی

اہلِ طیبہ خوشی سے نہال تھے آپ ﷺ کی اونٹنی چلتی تھی۔ ہر قبیلہ آگے آ کر ا□ میزبانی کی پیشکش کرتا اور اونٹنی کو روکنا چاہتا جس پر رسول ﷺ نے کہا اسے مت روکو یہ جہاں رک جائے گی میں وہیں قیام کروں گا۔ اونٹنی موجودہ مسجدِ نبوی کے مقام پر رک گئی قریب ترین مکان حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا□ کہتے ہیں یہ و□ مکان□ جسے□ نے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے لیے تعمیر کروایا□۔ چنانچہ میزبانی کا شرف حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔

مواخات:

نبی ختمی المرتبت ﷺ کے پیش نظر سب سے اہم مسئلہ مکے سے آنے والے مہاجرین کو بسانے کا□۔ چنانچہ مواخات کا عمل ظہور پذیر□ا اور تاریخ انسانی کا ایک ایسا باب رقم □ا جس کی

مثال عالم انسانی میں نہ اس سے قبل دیکھی گئی اور نہ تا قیامت ایسا □ ناممکن ہے کیونکہ ''دو الگ تہذیبوں، □نوں، شہروں، مختلف مزاجوں، مختلف قبیلوں، علوم وفنون کے لوگوں کو نگینوں کی طرح ایک ساتھ ایسے جوڑ دینا جیسے انگوٹھی میں ہیرا''۔ (آقا، ابدال بیلا)۔ اس مواخات کا نتیجہ یہ □ا کہ مہاجر و انصار شیر و □ □ گئے۔ انصار نے تو □ باغات تک تقسیم کرنے کی پیشکش کی مگر حضور اکرم ﷺ نے ایسا نہیں کیا البتہ مساوی محنت کے عوض پھلوں میں شراکت کو قبول کیا۔ دونوں فریقوں کو ایک دسرے سے بڑے فوائد حاصل □ ئے۔ چونکہ اہلِ مکہ □ رت میں طاق تھے۔ اس لیے ان کی ہنرمندی نے انصار کے باغات کا منافع دوگنا چوگنا کر دیا۔

میثاقِ مدینہ:

حضور اکرم ﷺ کی ساری زندگی انسانیت کی بقا کی جدوجہد میں گزری۔ آپ ﷺ نے امن و رواداری اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ قائم کیا۔ طبقات کو ختم کر کے اُمت واحدہ کی تشکیل، معاشی و اقتصادی مساوات پر مبنی نظام کی تشکیل اور سب سے بڑھ کر تکریم انسانیت کے اصول کو منوایا۔ میثاقِ مدینہ حضور اکرم ﷺ کے تدبر، فہم و فراست اور لوگوں کو □ ہموا بنا کر ساتھ چلنے کی ایک ایسی مثال ہے جس کے ذریعہ مختلف طبقات کو یکجا اور متحد رکھنے کی حقیقی کوشش سامنے آئی۔ □رہ سو سال قبل نبی محترم ﷺ نے ایک ایسا معاہدہ ترتیب دیا جس میں ہر فرد کو فلسفہ عدل کی روشنی میں مذہبی آزادی کا حق عطا کیا گیا اور اسے خود یہ محسوس □ا کہ عدل و انصاف کا حصول سب کے لیے یکساں ہے۔ میثاقِ مدینہ میں انصار و مہاجر اور یہود کو فریق تسلیم کرتے □ ئے بعض سابقہ روایات کو بھی شامل رکھا گیا اس معاہدے کی اہم ترین شق یہ طے □ ئی کہ ''مدینے کے سب لوگ مسلمان و غیر مسلمان عرب بشمول □ م یہودی قبیلے ایک قوم □ ر □اں گے اور سب ایک دوسرے کی جان و مال، عزت و آبرو اور غیر مدنی کسی بھی جارحیت کے لیے ہمہ وقت تیار اکھٹے اور مؤثر انداز سے لڑیں گے اور لڑائی کا خرچہ سب مل کر برابری سے برداشت کریں گے''۔

ویسے اس معاہدے کی 41 شقیں تھیں جن میں قریش کو □ہ دینے یا روابط پر بھی ممانعت تھی۔ نیز اس پر عمل درآمد کے لیے ہر قبیلے کو پابند بنایا گیا تا کہ جب بھی کوئی دوسرے پر ظلم کرے تو انصاف کے اصولوں کو اختیار کیا جائے اس معاہدے کے اطلاق کے بعد اختلاف کی

صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے ماننے پرا□ق کیا گیا□۔اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہود بھی حضور اکرم ﷺ کی انصاف پسندی کے قائل تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وہ حق دلاتے وقت ا□ اور غیر میں تمیز نہیں کریں گے۔اس معاہدے کے طے پاجانے سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک وفاقی حکومت بن گئی جس کا دارالحکومت مدینہ□ اور جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی اور اس طرح مدینہ واقعتاً اسلام کا دارالحکومت بن گیا''۔(الرحیق المختوم)

آزمائش:

مدینہ منورہ میں بھی پہلے قریش ازاں بعد یہود نے سازشوں سے دوچار رکھا۔جنگ بدر اور اس کے بعد کے□ وات میں مسلمان ثابت قدم رہے اور تبلیغ کے کاموں کو بھی جاری رکھا۔جس کی بدولت قرب و جوار میں اسلام کا نور بڑی تیزی سے پھیلنے لگا۔جب قریش کی ریشہ دوانیوں سے کچھ فراغت□ئی تو یہودیوں نے سر اٹھایا جنہیں سختی سے کچل دیا گیا۔

صلح حدیبیہ:

حضور اکرم ﷺ کو خواب میں بشارت□ئی کہ آپ ﷺ احرام باندھ کر مسجد الحرام میں داخل□ رہے ہیں۔اس کے بعد آپ ﷺ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر □اد اور قربانی کے جانوروں کے ہمراہ جب یہ قافلہ حدیبیہ کے مقام پر پہنچا تو قریش نے انہیں روک لیا۔مذاکرات □ئے اور□ ایک صلح نامہ پرا□ق□ا۔اس کی رو سے مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال تین یوم کے لیے آئیں گے۔ساتھ□ جنگ بندی کا معاہدہ بھی □ا۔بظاہر صلح حدیبیہ کی شرائط مسلمانوں کے خلاف معلوم□تی تھیں مگر رب اللعالمین نے ارشاد فرمایا کہ''اے محمد! ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر ا□ نعمت پوری کردے اور تمہیں سیدھے رستے پر چلائے اور خدا تمہاری زبردست مدد کرے۔و□ تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے اور آسمان اور زمین کے لشکر سب خدا□ کے ہیں اور خدا جاننے والا اور

حکمت والا ہے''۔اس صلح نامہ میں دیگر قبائل کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ دونوں فریقوں میں سے جس کے چاہے حلیف بن جائیں۔حلیف پر حملہ فریق پر حملہ شمار ہوگا۔

فتح مکہ:

صلح حدیبیہ کی رو سے بنوخزاعہ اہل مدینہ کے اور بنوبکر قریش کے حلیف ہوگئے۔بنوبکر نے عہد و پیماں سے روگردانی کرتے ہوئے قریش کے ساتھ مل کر بنوخزاعہ پر شب خون مارا۔اس کی اطلاع ملی تو محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ابوسفیان کو جب اس بدعہدی کی خبر ہوئی تو مدینہ پہنچا اور معاہدے کی تصدیق چاہی، جس پر خاموشی اختیار کی گئی۔مسلمان بڑی تیاری اور رازداری کے ساتھ مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور پھر فاتح کی حیثیت سے کعبہ میں داخلے کا اعلان کیا گیا ''جو شخص ہتھیار ڈال دے گا، یا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا، یا دروازہ بند کرلے گا (یا خانہ کعبہ میں داخل ہوجائے گا) اس کو امن دیا جائے گا''۔

خطبہ حجۃ الوداع:

اور پھر وہ وقت آیا کہ ملک میں امن وامان قائم تھا۔لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے۔ارشاد ربانی ہوا: ''جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہوجائے اور (نبی ﷺ) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو۔بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

حضور اکرم ﷺ کے حصے کا کام تکمیل کو پہنچ رہا تھا۔زکوٰۃ، جزیہ اور سود کی حرمت کے احکامات نافذ ہوچکے تھے۔10ھ ذیقعد کے آخری ہفتے میں آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے۔مکہ پہنچ کر مناسکِ حج کی ادائیگی کے لیے عرفات کی طرف روانہ ہوئے۔یہ 9 ذوالحج کا دن تھا ایک اذان دو تکبیروں کے ساتھ نماز ظہر وعصر ادا کی۔اس موقع پر آپ ﷺ قصویٰ (اونٹنی) پر سوار ہوئے اور ارشاد فرمایا: لوگو! میری بات سن لو! کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید اس سال کے بعد اس مقام پر میں تم سے کبھی نہ مل سکوں، ''تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی، رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔سن لو! جاہلیت کی

ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیے گئے اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ ربیعہ بن حارثہ کے بیٹے کا خون ہے (یہ بچہ بنوسعد میں دودھ پی رہا تھا کہ انہی ایام میں قبیلہ بنوہذیل نے اسے قتل کر دیا) اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے''۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے عورتوں کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مردوں کو ان کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی۔ غلاموں کے بارے میں حکم دیا جو کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ۔ جو پہنو انہیں بھی پہناؤ۔ تفوق کا معیار مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ ہاں جو اللہ سے زیادہ ڈرے وہی کامیاب ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع میں انسانی حقوق کا تصور حضرت محمد ﷺ نے کسی دباؤ ' □ ' ضرورت یا معاہدے کی تکمیل کے بغیر پیش کیا اس میں شرفِ آدمیّت اور احترامِ انسانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے قیامت تک آنے والوں کے لیے جینے کے وہ اصول وضع کیے جو آزادی، خودمختاری کے ساتھ سر اٹھا کر زندگی گزارنے کے لیے رہنما اصول ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے محض احکامات نہیں سنائے بلکہ سب سے پہلے اپنی ذات پر اس کا اطلاق کر کے اسی مثالیں قائم کیں جو رہتی دنیا کے لیے سنہری اصول بن گئے ہیں۔ اس خطبہ میں سماجی، معاشی، معاشرتی، سیاسی گویا انسانی ضروریات کی ہر حقیقت کو شامل کیا ہے۔ اس بارے میں یہ رائے مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ''یہ خطبہ زبانِ رسالت مآب ﷺ کی اعجاز آفرینی کا نادر نمونہ ہے۔ جس میں یہ طرز ایجاز و اطناب اور یہ کمال جامعیت دین و مذہب اسلامی کا خلاصہ، تمدن و معاشرت کے اصولوں، نظامِ حیات کی اساسیت، اجتماعی زندگی کی بنیادوں اور اصول و معنوی اقدار کا روشن بیان موجود ہے''۔ (خطبہ حجۃ الوداع، ڈاکٹر نثار احمد)

یہ انتہائی مفصل و جامع خطبہ ہے۔ اس میں ہر پہلوئے زندگی، معاشرے اور انسانیت کی ہر ضرورت کے بارے میں ہدایت اور رہنمائی موجود ہے۔ بلاشبہ یہ خطبہ رہتی دنیا کے لیے رہنمائی و کامیابی کا ضامن ہے۔

UNO سے اُمت مسلمہ کو کیا ملے گا؟
چوروں کا باورچی خانہ، گپیں لگانے والوں کا کلب یا کفن چوروں کا ٹولہ

ابوفیصل محمد منظور انور

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

انجمن اقوامِ متحدہ (UNITED NATIONS ORGANIZATIONS) کے قیام کو 75 برس ہونے والے ہیں مگر اس ادارے سے وابستہ عالم اسلام کو اس سے کیا ملا؟ یہ ایسا سوال ہے جو ہر باشعور مسلمان کی زبان سے آئے روز برسوں سے سننے کو مل رہا ہے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان اپنی حقیقی قیادت سے محروم ہونے کی وجہ سے مغربی ممالک کے ایجنٹ حکمرانوں اور اس اسلام دشمن ادارے کے رحم وکرم پر ہیں۔ اسلام دشمن طاقتوں نے دنیائے اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کیا ہوا ہے مگر عالمی امن کے ٹھیکیدار اس ادارے نے کسی ایک مسلم ملک کے مظلوم و بے کس عوام کی مدد کے لئے کبھی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی بلکہ خون مسلم بہانے میں اپنا گھناؤنا کردار بڑی دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کی ساتھ ادا کرتا نظر آتا ہے۔

جنگ عظیم اوّل 1914ء سے 1917ء تک جاری رہی تو 28 جون 1919ء میں لیگ آف نیشنز کی بنیاد اس لئے رکھی گئی تھی تا کہ انسانیت مزید کسی بڑی ہولناک جنگ سے محفوظ رہ سکے مگر اندرونی کہانی یہ ہے امریکہ اور دیگر بڑی طاقتوں کو ایک ایسے اسٹیج کی ضرورت تھی جس میں وہ اپنی مرضی کے ڈرامے سجا کر کمزور ممالک کو مزید بے دست و پا کر کے اپنی اجارہ داری قائم کر سکیں۔

لیگ آف نیشنز ناکامی سے دوچار ہوئی تو دوسری عالمگیر جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں دنیا میں وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی۔

دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد فروری 1945ء کو سان فرانسسکو میں انجمن اقوام متحدہ (UNO) کا قیام عمل میں لایا گیا بظاہر اس کا □ دنیا میں قیامِ امن کی ضمانت کی فراہمی تھا مگر اس کے در پردہ بھی سامراجی بڑی طاقتوں کے عزائم کو پورا کرنا اور ان کی اجارہ داری قائم کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارے کی تشکیل کے ساتھ ہی پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو پاور کا اختیار دے کر ناانصافی کا آغاز کر دیا گیا۔ گویا کہ یہ دنیا کی غریب اور □ک الحال قوموں اور غریب ممالک کے وسائل پر قبضے جمانے کی ابتدا تھی۔ عالمی لٹیرے اس ادارے میں بیٹھ کر دنیا کے وسائل پر قبضہ جمانے کی سازشیں کرتے رہے اور اپنے اپنے مفادات کی نگرانی کرنے لگے۔ بڑی طاقتوں کو 'ویٹو پاور' کا اختیار حاصل ہے جو عدمِ مساوات کے اصول پر مبنی اور ان بڑی طاقتوں کی بدنیتی کا بین ثبوت ہے مستقل ارکان اپنے اپنے مفادات کو سامنے رکھ کر قراردادیں منظور کرتے ہیں۔ اس اختیار نے انصاف کے حصول کے تمام راستے بند کر رکھے ہیں۔ یو این او کے منشور کے مطابق سلامتی کونسل میں کسی بھی قرارداد کی منظوری کے لئے ضروری ہے کہ 15 میں سے 9 ارکان کی حمایت حاصل ہو تاہم کسی ایک ویٹو پاور ہولڈر کی مخالفت پر یہ قرارداد پیش ہی نہیں کی جاسکتی۔ جس ادارے کا منشور ہی طاقتور اور کمزور کے لئے الگ الگ قوانین ہوں اس سے انصاف کی توقع ریت میں سر دھننے کے مترادف ہے۔ ظالمانہ نظام پر مبنی ایسے ادارے سے انصاف کی توقع عبث ہے۔ نام نہاد سلامتی کونسل کے پانچ مستقل رکن اور دس غیر مستقل رکن ہیں۔ غیر مستقل ارکان دو سال کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔ مستقل ارکان میں سے کوئی ایک اپنے حاصل شدہ ویٹو پاور کی بنیاد پر کسی بھی اہم مسئلے کے حل کے لئے آنے والی قرارداد کو مسترد کرسکتا ہے اور چاہے دوسرے چار مستقل ارکان اور دس غیر مستقل ارکان ہی کیوں نہ اس کے حق میں ہوں۔ سرد جنگ کے زمانے میں امریکہ اور روس نے اپنے نظریاتی و سیاسی مفادات کی خاطر سینکڑوں قراردادیں مسترد کی ہیں۔ یہ اقدام نام نہاد مغربی جمہوریت کے علمبرداروں کے منہ پر طمانچہ ہے جس میں عوام کی حاکمیت کی بات تو بڑی شدومد کے ساتھ کی جاتی ہے مگر اصل حاکمیت کے مراکز کہیں اور ہوتے ہیں اس کے

اندر منافقت چھپی ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ دنیا میں امن وامان قائم کرنے کی اصل غرض وغایت ختم ہوکر رہ گئی اور بڑی طاقتوں نے اپنی اجارہ داری قائم کرکے یواین او کو بھی اپنی باندی بنا کر من مرضی کے فیصلے صادر کرانے شروع کر دیے ہیں نتیجے میں دنیا کا امن وامان تہ و بالا ہو چکا ہے۔ اس ادارے کے نام پر بڑی بے دردی کے ساتھ کمزور ممالک کے لاکھوں بے گناہ افراد قتل کیے جا رہے ہیں اور ان کے وسائل کی بندر بانٹ کی جا رہی ہے احتجاج کرنے والے ممالک کے خلاف عالمی قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کا بہانہ تراش کر انھیں نشانِ عبرت بنایا جا رہا ہے مگر بڑی طاقتیں اور ان کے بغل بچے ہمیشہ سے محفوظ چلے آ رہے ہیں۔

مسئلہ کشمیر اور ☐ دراصل برطانیہ اور امریکہ ہی کا پیدا کردہ ہے اس لئے یہ سامراجی طاقتیں اپنے حاشیہ نشین بھارت اور اسرائیل کی خوشنودی کی خاطر لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کی قاتل حکومتوں کی کئی عشروں سے دلداریاں کرنے اور اسلحہ کی فراہمی میں مصروف ہیں۔ یہ عالمی سطح پر بڑی طاقتوں کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی کی واضح مثال ہے جو عالمی امن کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ یواین او، ویٹو پاور ہولڈرز ان پانچ بڑی طاقتوں کی کٹھ پتلی ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا میں ظلم و بربریت کا دور دورہ ہے انسانیت گاجر مولی کی طرح کٹ رہی ہے مگر عالمی ضمیر خاموش تماشائی بنا رہتا ہے۔ ویٹو پاور کا ☐ پوری دنیا کو پانچ قصائیوں کی چھری تلے رکھنا ہے اور یہ دنیا کے آزاد و خودمختار اربوں افراد کی توہین اور انسانیت کی تذلیل کے مترادف ہے۔ عالمی ادارے میں اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ نام نہاد سلامتی کونسل کو ختم کرکے ویٹو پاور کا اختیار سرے سے ختم کر دیا جائے۔ بڑی طاقتوں کی اجارہ داری ختم کئے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ سارے فیصلے جنرل اسمبلی میں اتفاق رائے سے کیے جائیں۔ اس طرح دنیا میں دیرپا قیام امن کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے۔ عالمی تنازعات کے حل کرنے میں یواین او ایسی عالمی تنظیم بری طرح ناکامی سے دوچار ہے۔ البتہ اس کا وجود اس لئے ابھی تک باقی ہے۔ کیونکہ اقوام عالم نے ناچاہتے ہوئے بھی اس سے خیر کی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔

؎ تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

مسلم ممالک کی تنظیم او آئی سی (OIC) کے 56 مسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی یو این او کا مستقل رکن نہیں اور ابھی تک اس بارے کوئی متفقہ لائحہ عمل بھی نظر نہیں آیا نہ ہی مسلم بلاک اس ادارے میں اپنا الگ تشخص ہی منوا سکا ہے۔ کئی مسلم ممالک پر جنگیں مسلط کی گئیں مشرق وسطیٰ میں □ ،عراق، شام، لیبیا، اکثر افریقی ممالک، یمن جبکہ افغانستان، روہنگیا میں خانہ جنگی کے باعث لاکھوں افراد ہلاک کر دیے گئے اور کروڑوں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر دیے گئے کروڑوں انسانوں کی ان کے اپنے گھروں اور ممالک سے جبری بے دخلی اور ہلاکت کے باوجود یو این او کے پلیٹ فارم سے ان ممالک کے حق میں کوئی مؤثر آواز سننے دیکھنے میں نظر نہیں آ رہی۔ کئی سال پہلے مسلم دنیا کی طرف سے مسلم بلاک کے لئے مستقل رکن بنانے کی کوشش کی گئی تھی مگر وقت کے ساتھ یہ بات ہی دب کر رہ گئی۔ مسلم ممالک جو کئی عشروں سے □ ت کا شکار ہیں انھیں یو این او سے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں، انھیں اس ادارے سے تعلقات منقطع کر کے اور اپنی او آئی سی کو فعال کر کے اپنے فیصلے خود کرنے کے لئے کوششیں کرنا ہوں گی وگرنہ اس نام نہاد یو این او ایسے ادارے کے پلیٹ فارم سے انھیں تباہی و بربادی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ پچھلی ایک صدی کے اب تک کے فیصلوں سے تو لگتا ہے کہ یہ ادارہ صرف مسلمانوں کو دنیا سے ختم کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس لئے مسلم دنیا کو مزید وقت ضائع کیے بغیر فوری اقدامات کرنا ہوں گے وگرنہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا اور مسلمانوں کی آئندہ کئی □ استعماری طاقتوں کے زیر اثر غلاموں ایسی زندگیاں گزارنے پر مجبور ہوں گی۔

اس ادارے کے ساتھ ہی منسلک عالمی مالیاتی ادارے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک ہیں، جو دنیا کے غریب ممالک کے لئے کم مدتی اور طویل المیعاد قرضہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں، انھوں نے انتہائی حد تک کڑی شرائط اور بھاری شرح سود کے ساتھ ان غریب اور پسماندہ ممالک (جن میں میکسیکو، ارجنٹائین، پاکستان، بنگلہ دیش، چلی، پیرو، سلواڈور، کوسٹاریکا، سری الیون اور گنی بساؤ شامل ہیں) کو قرضے فراہم کیے وہ ابھی تک نشانِ عبرت بنے ہوئے ہیں جبکہ دیگر اکثر ممالک نے ان سے قرضہ لینے سے توبہ کر لی ہے۔ مقروض ممالک اپنے سالانہ بجٹ کا آدھے سے زیادہ حصہ ان اداروں کے قدموں میں ڈالتے ہیں جبکہ اصل قرض جوں کا توں رہتا ہے یہ مالیاتی

ادارے سود کی ان رقوم سے چلتے ہیں جو وہ بطور منافع لیتے ہیں۔ دراصل یہ عالمی ساہوکار تیسری دنیا کے غریب ممالک کو بلیک میل کر کے اپنی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے کاروبار پھیلاتے ہیں جس سے ان ممالک کی مقامی صنعتیں تباہ ہو جاتی ہیں اور مقروض ممالک قرضوں کے مزید بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں۔

لیگ آف نیشنز کے قیام کے ساتھ ہی اس وقت روس کے کیمونسٹ رہنما لینن نے اپنے تاریخی جملے میں لیگ آف نیشنز کو ''چوروں کا باورچی خانہ'' کہا تھا۔ وقت کے ساتھ اس کے یہ الفاظ بالکل صحیح ثابت ہوئے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے منتخب ہونے کے بعد اپنے ٹویٹ میں اقوامِ متحدہ پر شدید تنقید کرتے ہوئے اسے محض وقت گزاری اور 'گپیں لگانے کا مرکز' قرار دے کر کہا تھا کہ اقوام متحدہ سے بہت امیدیں وابستہ ہیں مگر یہاں لوگ جمع ہوتے ہیں باتیں کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان جناب سراج الحق نے کراچی میں اتحادِ امت رسول ﷺ مارچ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اقوام متحدہ ''کفن چوروں کا ٹولہ'' ہے جہاں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے لئے حق مانگنا ہوگا یا پھر مسلم حکمران اپنی الگ عالمی تنظیم بنائیں۔ مسلمانوں کو ایک مشترکہ پلیٹ فارم، مشترکہ معاشی منڈی اور مشترکہ فوج بنانے کی ضرورت ہے۔ مشرقی تیمور اور سوڈان میں تو فوری ایکشن لیا جاتا ہے مگر □ ، کشمیر، افغانستان، شام، لیبیا، عراق، روہنگیا، یمن، سمیت کئی دیگر مسلم ممالک میں جاری خانہ جنگی پر بڑی طاقتوں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کی سازشوں کے باعث مجرمانہ خاموشی رہتی ہے۔ کشمیر، □ ، افغانستان، حلب، برما اور دیگر مسلم ممالک کے مظلوم مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اندھی بہری اور گونگی ہو چکی ہے۔ امت مسلمہ کے تنازعات حل نہ کرنا ان پر ہونے والے ظلم و بربریت پر خاموشی اور چشم پوشی تو شاید ان اسلام دشمن طاقتوں کے منشور میں شامل ہے لہٰذا اس ادارے سے منسلک رہنا لاحاصل عمل ہے جو وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یو این او کی جانب دارانہ پالیسیوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں کے باعث ترکی کے صدر جناب طیب اردگان یہ تجویز دے چکے ہیں کہ اب مسلم ممالک کو اپنے باہمی تنازعات اور مسائل کے حل کے لیے اپنی ایک الگ تنظیم بنا لینی چاہیے کیونکہ یو این او سے مسلم ممالک کو انصاف

ملنے کی توقع عبث ہے۔

یواین او بارے عالمی رہنماؤں کے چشم کشا ریمارکس کے بعد اس ادارے سے وابستہ رہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ جمہوری دنیا اور مغربی ممالک پر اِتمامِ حجت کے لیے پاکستان کو پہلے قدم کے طور پر ملک میں جاری UNO کے تمام پروگراموں پر تعاون معطل کر دینا چاہیے جب تک کہ کشمیر کا مسئلہ UNO کی اپنی ستر سال پرانی قراردادوں کے مطابق حل نہیں ہو جاتا اور بھارت پر ستر سال سے قراردادوں پر عمل درآمد نہ کرنے کی سزا کے طور پر بہت سی پابندیاں لگانی چاہئیں۔ اس وقت بھارت نے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر کے اس خطے پر جبری غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے اور پچھلے دو ماہ سے کشمیر کا محاصرہ کر رکھا ہے کرفیو نافذ ہے اور دنیا سے روابط منقطع ہیں نہتے عوام پر ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔ کشمیریوں کی نسل کشی ہو رہی ہے، بت پرست بھارتی وزیراعظم مسٹر نریندر مودی کو شاید آخری کشمیری بچے کی شہادت کا انتظار ہے تاکہ وہ ہندوتوا کے اقتدار کا خواب پورا کر سکے۔ یواین او کے ادارے سلامتی کونسل، انسانی حقوق کونسل اور قیام امن کے لئے کوشاں دیگر اکثر عالمی تنظیمیں سوائے بیان بازی اور زبانی جمع خرچ کرنے کے علاوہ عملی طور پر اور کچھ بھی نہیں کر رہی ہیں۔ مسئلہ کشمیر کشمیری مسلمانوں کی مرضی کے مطابق پرامن طریقے سے حل نہ ہوا تو ایشیا کی دو ایٹمی طاقتوں کے درمیان ٹکراؤ کا شدید خطرہ ہے جس سے دنیا کا امن و امان تباہی سے دوچار ہو سکتا ہے۔ لہٰذا یہ وقت ہے کہ امت مسلمہ کی قیادت سر جوڑ کر بیٹھے اور اس نام نہاد ادارے سے ناطہ توڑ کر اپنے فیصلے خود کرنے کے لئے اپنی تنظیم بنائے اور اسے فعال کرے اسی میں ہی مسلمانوں کی بھلائی اور ترقی کا راز مضمر ہے۔

اس میں کیا شک ہے کہ محکم ہے یہ ابلیسی نظام
پختہ تر اس سے ہوئے خوئے غلامی میں عوام

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 سدرہ سے آگے

تالیف: غلام فرید نقشبندی (مریدِ اقبال)

ناشر: دی واہ پبلی کیشنز، واہ کینٹ

زیرِ تبصرہ نعتیہ مجموعہ جس کا عنوان اسم با مسمّٰی ہے، 6 حمدوں، ''جستجوئے الٰہ'' کے عنوان سے 2، ''الفت الٰہ'' کے عنوان سے 4 نظموں، 5 قطعات اور تقریباً 36 نعتوں کے علاوہ آغاز میں 'مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں.....' کے عنوان سے مختصر سوانحی تعارف اور صفحہ 18 تا 53 پر 7 معروف محققین کے تبصروں پر مشتمل ہے۔ یعنی سدرۃ المنتہٰی سے لامکاں کی سیاحت، لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کی منظوم تفسیری کاوش اور وحدت الوجود والشہود کے خفی وجلی اسرار ورموز وحدت سے لبریز خدائے پاک کی □ یت کاملہ کا بیان ہے۔

کتاب کے مصنف غلام فرید فی الحقیقت علامہ اقبال سے زیادہ 'خواجہ غلام فرید' کے معتقد ہیں اور ان پر دبستانِ فرید اور □ چشتیہ کا رنگ غالب ہے۔

مصنف کی اس کاوش سے ان کا کلام معروف نعت گو شعراء میں شامل ہو گیا ہے اور کا نام بھی جامی، رومی، فیضی، عراقی، خسرو وغیرہ (اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے) کے ساتھ لیا جائے گا۔ اس طرز نعت کے قدر دانوں کے لیے نادر تحفہ ہے اور کتب خانوں کی زینت بننے کے لائق ہے۔ (صفحات: 150، قیمت: 500)

2 کیا اسلام دین ہے یا مذہب؟

تالیف: محمد حسین ساجد سیال

ناشر: مقصود گرافکس، اردو بازار لاہور

زیر تبصرہ کتاب مسلمانوں کے جامدانہ اور متحجّر نظریات، گردوپیش سے لاتعلق مساعی، اور صرف انفرادی زندگی میں دینداری کے تصورات سے اسلام کی آفاقیت، عملیت، عالمی غلبہ اسلام، عصر حاضر کی علمی چکاچوند میں بھی اسلام کی درخشاں تعلیمات جو انفرادی واجتماعی زندگی پر حاوی ہوکر انقلاب کی داعی ہیں، کے فرق کو واضح کر رہی ہے اور قرآن کے دین ہونے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

کتاب کا اشاعتی پس منظر صاحب تصنیف خود تحریر فرما رہے ہیں:

''عمران خان وزیراعظم پاکستان نے حلف برداری سے قبل اپنے خطاب میں ریاست مدینہ کے قیام کا تذکرہ کیا تھا..... 27 سال قبل تحریر کیے گئے میرے ان مضامین کا نظریہ (THEME) بھی نظامِ اللہ کا قیام ہے، اسلئے اس کتاب کو میری کسی بات، تحریر، الفاظ و معنی سے اختلاف ہو، معاف کر کے میری اصلاح کر دینا اور بڑے پن کا ثبوت دینا۔ میری یہ کاوش قرض اللہ کی ادائیگی کی طرف پہلا قدم ہے۔ آپ کے بھرپور تعاون اور رہنمائی کا متمنی ہوں۔''

صاحب تصنیف کی ان نیک خواہشات کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کتاب کے تبصرہ نگار نے مطالعہ کے بعد جن الفاظ کی نشاندہی کی ہے بذریعہ خط انہیں مطلع کر دیا جائے گا۔

صفحہ 231 پر درج مصنف کی اس آواز پر یقیناً ہر مسلمان لبیک کہے گا

''میں مسلمانانِ پاکستان، صاحب ایمان عوام الناس بالخصوص ناموس رسالت کے داعی اور علم بردار علمائے کرام سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ ناموس رسالت پر یہود و نصاریٰ کی آئے روز یلغار کو روکنے کے لیے ہم کیوں نہ اس ملک پاکستان میں ناموس رسالت کے ساتھ ساتھ اطاعت رسالت پر عمل پیرا ہوکر نظام مصطفیٰ ﷺ کے قیام کے لیے سر بکف

ہوکر جہاد کریں۔‘‘

جذبات سے لبریز زیرتبصرہ کتاب تحریک اسلامی اور نفاذ اسلام کے کارکنان وداعیان کے لیے اہم اور کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔ (صفحات: 240)

3 میری معلّمانہ زندگی کی تلخ وشیریں یادیں

تالیف: پروفیسر رشید احمد انگوی

ناشر: الخلیل ریسرچ سنٹر، 16 جی، مرغزار کالونی، لاہور

زیرتبصرہ کتاب جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے ایک ایسی ’خودنوشت‘ ہے جس میں افتتاحیہ اور 14 ابواب ہیں۔ باب 1: لکشمی چوک سے لاہور سنڈیمین تک۔ باب 2: قیام فورٹ سنڈیمین (ژوب) کی چند یادیں واقعات، حالات، مشاہدات۔ باب 3: قیام گورنمنٹ کالج رحیم یار خان (دورِ اول)۔ باب 4: قیام لورالائی (72-1971)۔ باب 5: سبی میں قیام (1972)، باب 6: گورنمنٹ کالج لاہور (1973)، باب 7: قیام گورنمنٹ کالج رحیم یار خان (دورثانی)، باب 8: گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن فار سائنس لاہور (96-1994)۔ باب 9: قیام گورنمنٹ ایف سی کالج (دسمبر 1996ء تا اپریل 2003ء)۔ باب 10: گورنمنٹ کالج ٹاون شپ (2004-2002)، باب 11: گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، گوجرانوالہ، (اپریل 04ء تا اگست 06ء)، باب 12: منصورہ ڈگری کالج، لاہور (ستمبر 06 تا مارچ 15ء)، باب 13: قصہ قیام صادق آباد کا (94-1993ء)، باب 14: گوشۂ خاص: انگہ کے قاضی خاندان، علماء، خصوصی طور پر جامع محمدی (ضلع چنیوٹ)، ان کے بانی (تبصرہ نگار کے بھی اساتذہ کرام) حضرت مولانا محمد ذاکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد نافع رحمۃ اللہ علیہ کے تذکار جلیلہ اور اختتامیہ: حرف آخر پر مشتمل صاحب تصنیف کی تعلیمی زندگی کے سنہرے ایّام کی تفصیلی روداد ہے۔ قابل قدر ہیں وہ اساتذہ کرام جو اپنے تجربات ومعلّمانہ روایات سے نئے چراغ روشن کرتے ہیں تاکہ تعلیمی عمل میں ان کی تعلیمی قابلیت، ذاتی اوصاف واقدار نوآموز معلّمین کیلئے مہمیز کا کردار انجام دے سکیں۔ انہیں کامل دسترس حاصل ہو اور وہ پیشہ ورانہ تقدس برقرار رکھ

سکیں۔زندہ قومیں اپنے نونہالان ایسے ہی معماران کے سپرد کیا کرتی ہیں جو انہیں اپنی تہذیب و کلچر سے روشناس کریں۔زیرِتبصرہ تالیف پیشہ تدریس سے وابستہ اساتذہ وطلبا کی کردار سازی کے لیے رہنماء،سوانحی لٹریچر میں مفید اضافہ،تنظیم اساتذہ پاکستان کی روداداور تعلیمی کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔(صفحات:288)

4 جودن گزر گئے

محمد الیاس کھوکھر (ایڈووکیٹ)

مکتبہ فروغِ فکر اقبال،نظام بلاک،اقبال ٹاؤن،لاہور

زیرِتبصرہ کتاب معرکہ روح وبدن کی ایسی خوبصورت روداد ہے جسے روایتی انداز میں آپ بیتی بھی نہیں کہا جاسکتا اس لیے کہ یہ فکری توانائی کی ترنگ سے بھی معمور ہےاورحجازی نور سے بھرپور ہے۔دلائل وبراہین سے لبریز یہ سفر بیتی ان کی والہانہ دین سے محبت کی تحریر ہےاس لیےصاحب کتاب پرسیّدمودودی کےافکار کی گہری تاثیر ہے۔

بیس ☐ عناوین: میں کون،دورنشاط،آ گہی کا روگ،بھیجے ہیں جناب نے ارمغان کیا کیا؟علم کا نگارخانہ...لاہور،دیارِدل سے دیار غیر کی جانب،سوئے ملک سقراط،دارابیض سے داراسود،پھروہی صبح وشام،پھرکوئے ملامت،منزل ہے کہاں تیری اے لالہ صحرائی،وہی گردشیں وہی مرحلے،راستے الگ...منزلیں الگ،آتش کدہ ایران،ہم انگلستان دیکھیں گے،دشت جنون من،شہر جفا...مکہ،شہر وفا...مدینہ،منزل کبھی آئے گی نظر کیا؟اورحدیث دلبراں پر مشتمل ہیں۔

زیرِتبصرہ کتاب کے مصنف کی خواہش ہے کہ ملت بیضا کےفرزندوں کےقلب ونظر فکر حجازی کےنور سے منور ہوجائیں۔ (صفحات:344)

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر — حریمِ کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے — اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

قرآن اکیڈمی جھنگ میں
جمعۃ المبارک کے ایک پروگرام میں شرکت

(ایک نو وارد کے تأثرات)

قرآن اکیڈمی جھنگ میں ویسے تو کئی دفعہ جانا ہوا مگر ماہِ اگست میں ایک دوست نے جمعۃ المبارک کے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی اور بتایا کہ پروگرام 11:00 بجے شروع ہوتا ہے جبکہ لوگ دس پندرہ منٹ پہلے سے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے (23 اگست 2019ء) میں پونے گیارہ بجے اکیڈمی پہنچا تو میں نے دیکھا کہ خلافِ توقع لوگ جامع مسجد میں آ رہے تھے۔ یہ بات میرے لیے عجیب تھی کہ پونے گیارہ بجے ہی نماز جمعہ کے لیے لوگ مسجد میں جمع ہونا شروع ہو رہے تھے۔ فوراً ذہن حدیث پاک کی طرف منتقل ہوا جس کا مفہوم ہے کہ جو شخص جمعہ کے لیے اوّل وقت مسجد میں آئے اس کو اونٹ ذبح کرنے کا ثواب، جو ذرا دیر آئے اس کو گائے ذبح کرنے کا ثواب اور جو مزید تاخیر سے آئے اس کو بکری ذبح کرنے کا ثواب اور پھر مرغی اور پھر انڈا راہِ خدا میں دینے کا ثواب ملتا ہے۔ (جبکہ عام مساجد میں تو لوگ نماز جمعہ کے لیے عربی خطبہ کے دوران آتے ہیں)۔ جمعہ کے لیے آنے والے حضرات کی تواضع کے لیے کولڈ ڈرنک پیش کی جا رہی تھی۔ پھر جب اکیڈمی کی جامع مسجد میں پہنچا تو داخل ہوتے ہی مسجد کے خوبصورت منظر اور روح پرور ماحول نے دل کو بہت متأثر کیا۔ ہشت پہلو مسجد، دیواروں پر خوشنما براؤن کلر کی لکڑی کا کام، مسجد کا سفید، خوبصورت اور جاذب نظر محراب، چھت پر عمدہ سیلنگ اور بہترین ساؤنڈ سسٹم موجود تھا، اور ائیر کنڈیشنڈ ہونے کی وجہ سے مسجد کی فضا نہایت خوشگوار تھی، مسجد میں محراب کے سامنے اور دائیں بائیں دیوار کے قریب سامعین کے لیے میز اور کرسیاں لگی ہوئی تھیں جن پر ترجمہ والے قرآن مجید رکھے ہوئے تھے اور کچھ لوگ کلامِ پاک کی تلاوت میں مصروف تھے۔

گیارہ بجے سے کچھ پہلے ہی جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب درسِ قرآن کے لیے محراب کے پاس اپنی مخصوص نشست پر تشریف لائے جبکہ سامعین کی ایک معقول تعداد بھی سامنے کرسیوں پر بیٹھ چکی تھی۔ گیارہ بجے ترجمۃ القرآن کا آغاز ہوا اور جناب فاروقی صاحب نے سورۂ احزاب کے آخری

دورکوعوں کا مفصل درس دیا۔انھوں نے اپنے خطاب میں پہلے سورۂ احزاب کا خلاصہ اور زیرِ درس آیات کا ماقبل سے ربط پھر ان کا ترجمہ اور مفصل تشریح بیان کی۔ یہ درس قرآن 11:40 تک جاری رہا پھر درسِ قرآن کی اختتامی دُعا ہوئی۔قرآن مجید کا درس ہو، اللہ کا کلام سنایا جائے اور حدیث رسول ﷺ کا ذکر نہ ہو یہ ممکن نہیں۔ بعدازاں ایک حدیث کا مطالعہ ہوا۔ حدیث مبارکہ کا درس مولانا عطاء الرحمٰن صاحب نے دیا انھوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت پر حدیث کا ترجمہ ومختصر تشریح بیان کی۔
اب میں نے دیکھا کہ نماز کی جگہ بھی نمازیوں سے بھری نظر آ رہی تھی اور پہلی اذان سے پہلے ہی 100 سے زیادہ افراد مسجد میں موجود تھے۔اب 01:00 بجے جمعہ کی پہلی اذان دی گئی، پھر جب حاضرین نے سنتیں ادا کرلیں تو جمعہ کی دوسری اذان ہوئی۔عربی خطبہ کے بعد ٹھیک 01:15 بجے نمازِ جمعہ کی جماعت کھڑی ہوگئی۔نمازِ جمعہ میں تقریباً 150 افراد شریک تھے۔نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا تو میں سوچ رہا تھا کہ دوسری مساجد میں ابھی امام صاحب منبر پر آئے ہوں گے اور خطاب کا آغاز ہو رہا ہوگا جبکہ ہم ساڑھے تین گھنٹے گزار کر 1:45 بجے گھر پہنچ چکے ہیں۔قرآن اکیڈمی جھنگ کے روح پرور ماحول میں گزرا ہوا میرا یہ وقت یادگار بن گیا۔

قرآن اکیڈمی جھنگ میں جمعہ سے پہلے کے خطاب میں □ وار ترجمہ القرآن بیان کیا جا رہا ہے اور ماشاءاللہ سامعین بھی باقاعدگی سے اور بروقت حاضر ہوتے ہیں جبکہ عام مساجد میں تقریر کے دوران مسجد میں بہت ہی کم لوگ موجود ہوتے ہیں، عربی خطبہ یا نماز کے وقت تعداد کچھ بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں ترجمہ شروع ہونے سے پہلے ہی 30-25 افراد موجود تھے اور دورانِ درس میں سامعین کی تعداد بھی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ کی خالص تعلیم کا اثر ہے کیونکہ عوام الناس میں بہت سے لوگ قرآن وحدیث کو پڑھنا اور سمجھنا چاہتے ہیں اور جس جگہ یہ تعلیم ملنے کی اُمید ہوتی ہے وہاں جانا پسند کرتے ہیں۔اس کے برعکس عموماً مساجد میں خطیب حضرات اختلافی فروعی مسائل بیان کرکے اپنے آپ کو صحیح اور دوسروں کو غلط ثابت کرنے پر جو تقریریں کرتے ہیں اس سے عوام کی اکثریت بیزاری ہوگئی ہے۔اگر نمازِ جمعہ سے پہلے ہونے والے خطاب میں ہمارے خطیب حضرات قرآن مجید کے ترجمہ کا بھی کوئی □ جاری کردیں اور دورِ حاضر کے مطابق سہل انداز میں اس کی تشریح کریں تو عوامی سطح پر قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے کا شوق مزید بڑھے گا اور قرآن مجید کا پیغام عام ہوگا۔اللہ کرے کہ ایسا ہوجائے۔

فرمودۂ اقبال

اُمت مسلمہ کی بے قدری، مسلمانوں کی زبوں حالی،
عالمی سطح پر مغرب کی محکومی، خونِ مسلم کی ارزانی
اور مسلمان حکمرانوں کی بے کسی کے تناظر میں .....

غمِ نہاں کہ بے گفتن عیاں است
چو آید بر زباں یک داستان است
رہے پُر پیچ و راہی خستہ و زار
چراغش مُردہ و شب در میان است

ترجمہ

میرا پوشیدہ غم جو بغیر کہے ظاہر ہے۔ اسے جب زبان پر لایا
جاتا ہے تو وہ ایک (طویل) داستان بن جاتا ہے۔
راستہ پیچ دار ہے اور مسافر تھکا ماندہ اور بیمار۔ اس کا چراغ بجھا
ہوا ہے اور اسے رات کی تاریکی کا سامنا ہے۔

(ارمغانِ حجاز)

ان شاء اللہ

قرآن آڈیٹوریم جھنگ

QURAN AUDITORIUM

میں

ماہِ نومبر 2019ء میں

ایک اہم سیمینار

بعنوان

علامہ اقبال، کشمیر اور افغانستان

تاریخ	3 نومبر 2019ء
دن	اتوار
وقت	10:00 تا 01:00 بجے

منعقد ہوگا

جس میں ملک کے مایہ ناز اہل علم و دانش حضرات
اظہار خیال فرمائیں گے

شرکت کی دعوت عام ہے

خواتین کے لیے علیحدہ انتظام ہے

شرکاء کے لیے توضع بھی پیش کی جائے گے

قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

فون: 047-7630861-7630863

0336-6778561

اِنْ شَآءَ اللّٰہ

ماھنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

کی

سال 2019ء کی خصوصی اشاعت

ماہِ نومبر میں شائع ہوگی

علامہ اقبال علیہ الرحمہ عصرِ حاضر میں دبستانِ علی گڑھ کو قرآن مجید سے متعارف کرانے کی وجہ سے مجدّد کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ انقلاب اسلامی یعنی نظامِ خلافت کے سب سے بڑے اور اوّلین داعی اور مفکّرِ پاکستان بھی ہیں۔ آپ کے ثناخوانوں میں

ڈاکٹر محمد رفیع الدینؒ

(1904ء-1969ء)

اقبال شناسی کا مینار ہیں

عنوان

ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی

اہل علم اور صاحبانِ قلم وقرطاس وثناخوانانِ فکرِ اقبال سے قلمی تعاون کی درخواست ہے

انجینئر مختار فاروقی

مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ جھنگ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

047-7630861

047-7630863